عالمانہ ناصحانہ دلائل و مسائل سے مزین آسان اور عام فہم زبان میں خطبات کا خزینہ

خطباتِ رحیمی

جلد پنجم

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ و مجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی و مہتمم دارالعلوم محمدیہ و خانقاہ رحیمی بنگلور

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطباتِ رحیمی (جلد پنجم) جدید ایڈیشن
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
مرتب	:	ڈاکٹر فاروق اعظم حبان قاسمی
سن اشاعت	:	۲۰۰۹ء، ۲۰۱۲ء
کتابت و تزئین	:	مولانا عبیدالرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	ڈھائی ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	11
2	تاثرات	12
3	حروفِ حبانی	14
4	صلح حدیبیہ کی حکمت اور خیر و برکت	15
	حضور ﷺ کا مبارک خواب اور صلح حدیبیہ کے ذریعہ امن کا پیغام	16
	حضور ﷺ کا خواب سچا ہے	17
	بنوخزاعہ کی حضور ﷺ سے فریاد	18
	ابوسفیان کی حیرانی	20
	مکہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے	21
	حضور ﷺ کی حکمت عملی	22
	ابوسفیان کو حضور ﷺ کی نصیحت	24
	ابوسفیان کا قبول اسلام	25
	فتح مکہ پر حضور ﷺ کا اعلان	25
5	پڑوسی کے اداب وحقوق	28
	پڑوسی کا مطلب	29
	پڑوسی سے متعلق حضرت جبرئیل کی تاکید	30

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	غریب اور ان پڑھ مسلمان کی حالت	31
	مال دار اور پڑھے لکھے مسلمان کی حالت	32
	پڑوسی کی اہمیت	33
	غیر مسلموں میں بھی پڑوس کی اہمیت	33
	چالیس گھروں تک پڑوسی کا درجہ	34
	قیامت کے دن پڑوسی فریاد کرے گا	35
	وہ صاحب ایمان نہیں جس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے	36
	یہ خوبی صرف اسلام کے اندر ہے	38
6	مساجد اسلامی مراکز ہیں	39
	عہد رسالت میں سو فیصد لوگ مسجد میں آتے تھے	40
	مساجد کی اقسام	41
	مساجد کی فضیلت	42
	عہد نبوی میں مسجد کا کردار	43
	مساجد ہیڈ آفس ہیں	44
	آج ہم لوگ مساجد کو کیا سمجھتے ہیں	45
7	غزوۂ تبوک کے موقع پر تین صحابیوں کی آزمائش اور اصلاح	49
	آج کے عالم صحابہ جیسی ادنی سی تکالیف سہنے سے قاصر ہیں	50
	تبوک کا عبرت انگیز واقعہ	51
	عبداللہ بن کعب کا واقعہ	52
	میں فارغ البال تھا	53
	سستی اور کاہلی چھائی رہی	54
	حضور ﷺ سے سچ کہہ دیا	55

	مزید دو صحابی نمونۂ عمل تھے	56
	امتحان شروع ہو گیا	57
	غسان کے بادشاہ کا خط	57
	امتحان مزید سخت کر دیا گیا	58
	توبہ کی قبولیت کا اعلان	59
8	**جود و سخا کی عظیم مثالیں**	61
	حضور ﷺ کی مجلس کا فیضان	63
	ایک ہی گھر میں علم سخاوت اور حسن و جمال	63
	دین اور دنیا ملنے والا گھر	64
	ایک اونٹ روزانہ ذبح کرتے	64
	سخاوت کا تیز دھارا	64
	حضرت عبداللہ کی استقامت	65
	ناگواری کو خوشگواری میں بدل دیا	65
	ہندوستان میں ایسے سخی اور صاحب دل ہوئے ہیں	66
	غریب پر احسان	67
	جود و سخا کا پیکر	68
	نواب لیاقت علی خاں کی عظیم مثال	68
	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی سخاوت	69
9	**مالداروں پر مزدوروں کے حقوق**	71
	مزدوروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم	71
	روزگار کی فراہمی خدائی نظام ہے	73
	زندگی کے لئے جذبۂ خیر خواہی ضروری ہے	74

	انسانی مساوات کا لحاظ نہیں	75
	مالک و مزدور سب انسانی حقوق میں برابر ہیں	76
	سردارانِ مکہ کی نظر میں حضرت بلال کا مقام	77
	مزدور اور مالک آپس میں بھائی بھائی ہیں	78
	مالک کی خوشحالی کا اثر مزدور پر بھی پڑتا ہے	78
	حضرت ابوذر غفاری کو حضور ﷺ کی تنبیہ	79
	مزدور کی مزدوری اور اجرت کی فوری ادائیگی	80
	ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں	80
10	**معراج قرآن وحدیث اور تاریخ کے آئینہ میں**	82
	حضور ﷺ کے تین ہزار معجزات	83
	آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے	84
	صدیق اکبر نے معراج کی تصدیق فرمائی	84
	معراج الٰہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میزبانی ہے	85
	معراج کا واقعہ	85
	سفر کا دوسرا مرحلہ	86
	بیت المقدس کا تفصیلی ذکر	87
	کیا معراج قرآنی بنیاد پر مبنی ہے	88
	معراج جسم و روح کے ساتھ ہے	89
	شب معراج کا تاریخی جائزہ	91
	کیا پیغمبر ﷺ کی معراج جسمانی تھی	93
	حقیقی معراج کفار کی پریشانی کا سبب تھی	94
	روحانی معراج کیا ہے	95

11	**کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے فوائد ونقصانات**	98
	کمپیوٹر ایک تیز رفتار مشین ہے	99
	انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی تباہ کاریاں	100
	انٹرنیٹ بے دینی اور گمراہی کا ذریعہ	101
	انٹرنیٹ پر تبلیغ کے نام پر لوگ گمراہ ہوتے ہیں	102
	یہودی قوم کی طرف سے قرآن کی گمراہ کن تفاسیر	103
	انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال سے ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے	103
	معلومات کے لئے شریعت نے کچھ حدود رکھیں ہیں	104
	مسلمان قوم کے شعور کو بیدار کیا جائے	106
	کمپیوٹر استعمال کرنے والی کی اصلاح کے ساتھ نگرانی بھی کی جائے	107
	ہے ماتا! دے بارش! ایک مسلمان بچے کی دعا	108
	تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں	109
	انٹرنیٹ کے متعلق ایک اہم مشورہ	111
	دینی کام کرنے والوں سے خاص گذارش	112
	دینی اداروں کے ذمہ داروں سے خصوصی گذارش	112
12	**عدل وانصاف کا منبع مذہب اسلام**	114
	مسلمان حکمرانوں کا طرز عمل	115
	فاتح مصر کا واقعہ	116
13	**بنی اسرائیل کے راہب کی عبرتناک داستان**	122
	قصہ بنی اسرائیل کے راہب برصیصا کا	124
	شیطان کا پلان	126
	عابد کی تباہی	127

	شیطان نے تباہ کر دیا	129
	شیطانی خاک	131
	شیطان نے ایمان پر ڈاکہ ڈال دیا	132
14	**داڑھی تمام مذاہب میں سربلندی کا باعث**	134
	داڑھی کے ثبوت کے چار طریقے	136
	داڑھی رکھنا کسی دلیل کا محتاج نہیں	137
	داڑھی پر اجماع انبیاء	138
	داڑھی اور تعامل انبیاء	138
	داڑھی تمام ادیان وشرائع میں ضروری ہے	139
	داڑھی تمام اقوام وملل کا متفقہ مسئلہ ہے	139
	داڑھی کے وجوب کا استنباط	140
	داڑھی پست کرانا تغیر خلق اللہ میں داخل ہے	140
	گودنا اور گودوانا اور دانتوں کو شو کے لئے رتوانا	141
	عشق محمد ﷺ کا تقاضا داڑھی رکھنا ہے منڈانا نہیں	142
	عشاق کے لئے داڑھی بڑھانے کے لئے ضمیر کی آواز بھی کافی ہے	143
	فرعون کے بھی داڑھی رکھنے کا ثبوت	144
15	**جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت**	146
	نبی ﷺ کا تذکرہ سب سے بڑی سعادت ہے	147
	میلاد النبی ﷺ منانے کا تصور کرسمس سے لیا گیا	149
	انبیاء کی بعثت کا مقصد	150
	کرسمس منانے کی حقیقت اور خرافات وغیرہ	152
	جلوس محمدی ﷺ کرسمس کی نقل اور اختراع	153

16 خدا کی نعمتوں کی قدر ہر حال میں کی جائے 155
غلام کی حقیقت 156
اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرو 157
صبر کا درجہ بہت بڑا ہے 158
حضرت یوسف نے بھائیوں کو معاف کردیا 161
حضرت ابوبکر کا عشق رسول ﷺ 162
حضرت ابوبکر صدیق کو نصیحت 163
17 جہنم کے حالات قرآن وحدیث کے آئینہ میں 165
ایک متقی طالب علم کا واقعہ 166
انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن ہیں 167
جنت اور دوزخ کے ذریعہ ایک شخص کا امتحان 168
عذاب کی مختلف صورتیں 169
جہنم کی آگ کی حالت 170
دوزخ کی آگ کافر کو بھون دے گی 171
دوزخیوں کی جسامت 173
دوزخ کے سانپ اور بچھو 173
عذاب کی صورتیں 174
دوزخ کی ہیبت ناکی 174
حضور ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے 175
دوزخ کا غصہ 176
18 وضو کی فضیلت اور اہمیت 178
قرآن مجید میں وضو کا ذکر 180

شانِ نزول 180
حضور ﷺ اپنے امتیوں کو کس طرح پہچانیں گے 181
جس کا وضو اچھا اس کی نماز اچھی 182
وضو سے گناہ معاف ہوتے ہیں 183
وضو گناہوں کی معافی اور نیکی کا ذریعہ 183
وضو سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں 185
19 دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے 188
اسلامیں خدا کا تصور 189
اللہ تعالیٰ کو بندوں سے محبت ہے 190
ہدایت اور رہنمائی کی حاجت 190
مومن سرتاپا دعا ہے 191
دعا کے اوقات ومقامات 194

☆☆☆

خطباتِ رحیمی کی پانچویں جلد کا

انتساب

بحمد اللہ تعالیٰ حضور سرورِ کونین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے اور طفیل میں خطبات رحیمی کی پانچویں جلد کی اشاعت عمل میں آ رہی ہے۔ یہ مجھ جیسے کم علم بے عمل اور محتاجِ اصلاح کے لئے باعث فخر وانبساط ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مجھے قلبی مسرت اور شادمانی حاصل ہو رہی ہے کہ خطباتِ رحیمی کی پانچویں جلد کا ثواب۔ ”مصلح امت، فقہاء ائمہ اربعہ ومجتہدین عظام، راس الفقہاء حضرت شیخ نعمان بن ثابت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی جانب نسبت کرتے ہوئے معنون کرتا ہوں۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں کہ جن کی کاوشوں سے امت نے قرآن وسنت کو سمجھا ہے اور عمل میں سہولت اور آسانی پیدا ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان باکمال اور محسنین امت کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی قبروں پر نور کی بارش فرمائے۔ آمین!

مجھ سیاہ کار کا اور ہمارے اس دور کے علماء، ائمہ کرام، خطباء حضرات اور حضرت حبیب الامت عمت فیوضہم کا حشر بھی ان اجلہ شخصیات کے ساتھ ہو جائے۔ آمین!

رحمۃ اللعالمین ﷺ کا ادنیٰ امتی

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی چرتھاؤلی

تأثرات

حضرت مولانا محمد الطاف عزیز قاسمی مدظلہ العالی

امام وخطیب مسجد سبحانی اُپ نگر بنگلور، خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس دور میں امتِ محمدیہ کی اصلاح حال کیلئے علماء کرام اور خطباء حضرات اور مشائخ عظام موجود ہیں۔ اور اپنی کاوشوں کو روبہ عمل لاتے ہوئے تقریر، تحریر اور تصنیف وتالیف سے قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

ایسے محترم اور یگانۂ روزگار اشخاص میں حبیب الامت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ (پرنامبٹ تمل ناڈو) وصدر آل انڈیا انجمن مدارس کا نام نامی اسم گرامی بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ حضرت حبیب الامت ہمہ جہتی خدمات میں مصروف ہیں۔ مدارس اور اسکولس کی سرپرستی کے ساتھ، کامیاب مطب (رحیمی شفاخانہ بنگلور) کے ذریعہ ہزاروں افراد کی جسمانی صحت اور عقائد کی اصلاح کے عظیم کام میں لگے ہوئے ہیں اور ہزاروں مریدین ومتوسلین کو راہِ سلوک کے ذریعہ تعلق مع اللہ قائم کرانے میں مصروف ہیں نیز قوم وملت اور ملک کی خوشحالی کے لئے صحافتی میدان میں ماہنامہ نقوشِ عالم بنگلور سے قومی مسائل پر اظہار خیال فرماتے رہتے ہیں۔ آپ رحیمی شفاخانہ میں آنے والے غیر مسلم بھائیوں کو وحدانیت کا

درس اور اسلام کی خوبی کو سائنٹفک انداز میں پیش کرتے ہیں۔اس طرح جسمانی علاج کے ساتھ روحانی علاج بھی ہوجاتا ہے۔

میں موصوف کے پاس جب بھی آیا ان کو کسی نہ کسی کام میں منہمک پایا۔کبھی فرصت سے بیٹھے ان کو نہ دیکھ سکا۔یہی وجہ ہے کہ حبیت الامت کو قلیل عرصہ میں بین الاقوامی سطح پر ایک مقام حاصل ہے۔علماء کی کثیر تعداد آپ سے اصلاح کے لئے رجوع ہے۔یہ عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے۔میں خطبات رحیمی کی پانچویں جلد کی اشاعت پر جناب مولانا ڈاکٹر محمد فاروق حبان قاسمی زید قدرہٗ مرتب خطبات ہذا کو مبارک باد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ حضرت والا کے یہ خطبات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کر کے خواص وعوام کے لئے نافع ہوں اور امت کا ایک بڑا طبقہ اس سے مستفیض ہو۔آمین ثم آمین!

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ

محمد الطاف عزیز قاسمی

امام وخطیب مسجد سبحانی اپ نگر، بنگلور

3-8-09

حروفِ حبانی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی شُکۡرِہٖ وَاِحۡسَانِہٖ

میں نے اپنے اکابر اور مشائخ سے سنا ہے، خصوصاً حاذق الامت حضرت مولانا شاہ حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ، خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی فرمایا کرتے تھے۔انسان میں جو اچھی صفات ہیں، یا جو کمالات ہیں وہ محض فضلِ خداوندی سے ہیں۔اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار اور کوئی کمال نہیں ہے۔حضرت والا یہ بھی ارشاد فرماتے کہ اچھے کام کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔اس لئے مجھے بخوبی ادراک ہے کہ اس حقیر وفقیر سے جو بھی نیک عمل صادر ہوتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے۔یہ میرے اساتذہ کرام اور پیرو مرشد، اور والدین کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ خطبات رحیمی کی پانچویں جلد شائع ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

ان خطبات میں قرآن وسنت کی روشنی میں بطورِ اصلاح جو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر مجھے بھی اور قارئین کرام کو بھی عمل کی توفیق بخشے، میں بصمیمِ قلب عالی مرتبت مولانا محمد طیب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ دیوبند کا ممنون ومشکور ہوں کہ موصوف نے ان خطبات کی اشاعت فرمائی اللہ تعالیٰ عزیزی ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ہم سب کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین ثم آمین!

خاکپائے آستانہ حضرت حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خانقاہِ رحیمی، دار العلوم محمدیہ بنگلور

۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

صلح حدیبیہ کی حکمت اور خیر و برکات

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْ خُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ آمِنِیْنَ. مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ. لاَ تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ فَتْحاً قَرِیْباً. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

بزرگان محترم، نوجوانان اسلام، عزیز طلباء جو آیت کریمہ آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں۔ جب اللہ نے چاہا امن و امان سے منڈواتے ہوئے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہوئے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اس نے عطا فرمادی تمہیں اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے۔ (الفتح 27)

روح اسلام کی ہے نورِ خودی ، نارِ خودی
زندگانی کے لئے نارِ خودی نور و حضور

بزرگانِ محترم! دین اسلام کی آبیاری اور اس کی ترویج و اشاعت نہایت مشکل اور ناگفتہ بہ حالات میں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں عجیب و غریب ہیں، کچھ باتیں انسانوں کی عقل و فہم سے بالاتر ہوتی ہیں بندہ کو ان میں نقصان و خسارہ، بے عزتی اور توہین نظر آتی ہے لیکن اس کے پس پردہ ایسے خوش کن اور دل فریب اور کامیاب ترین نتائج ہوتے ہیں جس کا ادراک بعد میں ہوا کرتا ہے۔ کچھ ایسا ہی واقعہ صلح حدیبیہ کا بھی ہے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ جو تلاوت کی گئی ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو دین حضور اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں وہ باطل سے مغلوب ہونے والا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کر دے گا۔ یہ غاروں میں چھپ کر رہنے والے اور رہبانیت اختیار کرنے والوں کا دین نہیں ہے۔ یہ کشاکش حیات سے دامن بچا کر گنج عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں ہے۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو گرجتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان عقابوں اور شاہینوں کا دین ہے کہ جب وہ پر کشا ہوتے ہیں تو فضا کی پہنائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جواں مردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفان سے کھیلنا جانتے ہیں۔

حضور ﷺ کا مبارک خواب اور صلح حدیبیہ کے ذریعہ امن کا پیغام

قرآن کریم کا یہی حسنِ بیان ہے جس نے عرب کے فصحاء و بلغاء کو دنگ کر دیا تھا، اس کی جامعیت کا یہی اعجاز ہے جس کے سامنے شعراء اور خطباء نے اپنے

سرجھکا لئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نیّرِ اعظم سے اکتسابِ نور کی توفیق بخشے۔ آمین!

حضور ﷺ نے ایک شب خواب دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ سمیت مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں۔ کعبہ شریف کا طواف کیا اور ارکانِ عمرہ ادا کئے۔ صبح نبی رحمت ﷺ نے یہ خواب صحابہؓ کو سنایا۔ وہ قلوب جو مدت سے بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے تڑپ رہے تھے، یہ خواب سن کر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ماہ ذی قعدہ میں اللہ کے پاک بندوں کا کارواں روانہ ہوا۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی روح پرور صداؤں سے دشت وجبل گونجنے لگے۔ صحراؤں کی فراخیوں میں نور ہی نور پھیل گیا۔ وفورِ شوق سے قدم رکتے ہی نہیں۔ آنکھیں بے تابی سے اس لمحہ کی منتظر ہیں جب بیت اللہ نظر آئے گا۔ جب مسلمان حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اور مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت کئے بغیر واپس لوٹنا پڑا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور نے ہمیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ حضور نے جواب میں فرمایا بیشک لیکن کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اس سال یہ شرف حاصل کروگے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں حضور ﷺ نے یہ تو نہیں بتایا تھا۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّکَ آتِیْہِ مُطُوْفٌ بِہٖ۔ نبی ﷺ نے فرمایا یقیناً تم بیت اللہ کے پاس آنے والے ہو اور اس کا طواف کرنے والے ہو، اس ایک جملہ سے وہ خلش دور ہوگئی جس نے دلوں کو پریشان کر رکھا تھا۔

حضور ﷺ کا خواب سچا ہے

اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی اور گونا گوں تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو جو خواب دکھایا وہ بالکل سچا ہے۔

اس کے حق ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔ اگر کفار مکہ نے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کو اس سال زیارت کعبہ اور طواف بیت اللہ نہ کرنے پر ضد اور ہٹ دھرمی دکھائی اور آپ ﷺ نے حکمت وتدبر سے صلح حدیبیہ پر دستخط فرمادیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ نے عرب دنیا میں امن وامان کی فضا قائم کردی ہے، اہل اسلام اپنے دعوتی مشن میں یکسو ہوگئے۔ سلاطین امراء کو دعوتی خطوط لکھے جارہے تھے، دعوتی مہم جاری تھی، دعوتی سفارت انجام پارہی تھی، دشمنانِ اسلام بھی ایک گونا راحت محسوس کرنے لگے تھے، اس معاہدہ کی ایک دفعہ کا فائدہ اٹھا کر بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے اور بنوبکر جن کی بنوخزاعہ سے پشتوں دشمنی چلی آرہی تھی اور اسلام دشمنی کے نتیجہ میں ذرا دب گئی تھی، بلکہ اس کی طرف سے توجہ ہٹ گئی تھی امن وسکون کی فضا میں یہ انگڑائی لیتی ہے اور بنوبکر نے بلاوجہ بنوخزاعہ پر ہلہ بول دیا، قریش جن کے وہ حلیف تھے ان کو بھی دل کے پھپھولے نکالنے کا موقع ہاتھ آگیا، بھیس بدل بدل کر کرتب دکھانے لگے اور بنوخزاعہ کو مقدس حرم بھی پناہ نہ دے سکا، ان کی تلوار وہاں بھی کام کرتی رہی۔

بنوخزاعہ کی حضور ﷺ سے فریاد

لٹا پٹا بنوخزاعہ کا نمائندہ عمرو بن سالم چالیس سواروں کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوتا ہے، بڑے مؤثر اور دردانگیز لہجہ میں یوں فریاد کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّداً حَلْفَ اَبِیْنَا اَبِیْہِ الْاَتْلَدَا فَانْصُرْ رَسُوْلُ اللّٰہِ نَصْراً عَتِداً وَادْعُ عِبَادَ اللّٰہِ یَاتُوْا مَدَدًا۔

اے خدا میں محمد ﷺ کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو ہمارے اور ان کے قدیم خاندان میں ہوا ہے، اے پیغمبر خدا ہماری اعانت کر اور خدا کے بندوں کو بلا، سب اعانت کیلئے حاضر ہوں گے۔

حضور ﷺ اس کی درد بھری فریاد، قریش و بنوبکر کے ظلم کی داستان سن کر خاموش نہیں رہ سکتے تھے، آپ کے سینے میں رقیق دل تھا، جس کے اندر انسانیت کی ہمدردی و غمگساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، آپ ﷺ نے تحقیق حال کیلئے آدمی روانہ کیا واقعہ کی تصدیق ہوئی اور قاصد نے آکر قریش و بنوبکر کی ساری کارستانی من وعن بیان کی، بنوخزاعہ ہرطرح سے مدد کے مستحق تھے، آپ ﷺ نے قریش کے سامنے تین شرطیں رکھیں۔

(۱) مقتولین کا خون بہا دیا جائے۔

(۲) قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہوجائیں۔

(۳) اعلان کردیا جائے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

ظاہر ہے اس سے بڑھ کر منصفانہ اور مناسب حال بات اور کیا ہوسکتی تھی، قاصد روانہ ہوتا ہے، قریش کے یہاں پہونچتا ہے، پیغام پیش کرتا ہے، لیکن قریش شاید ابھی کچھ زعم میں تھے، انہوں نے بنوخزاعہ کی پٹائی کی تھی، اپنے کو فاتح سمجھ رہے تھے۔ لہٰذا ان کے دماغ کچھ اونچے تھے، بنوخزاعہ کو مغلوب کرکے خود مَغْلُوبُ الْحَالُ اور مَغْلُوبُ الْحَوَاسُ ہوگئے تھے، انہوں نے سب شرطوں کو ٹھکرا دیا اور کہا، ہاں! آخری شرط یعنی ختم معاہدہ کا اعلان منظور ہے، قاصد واپس ہوگیا لیکن جیسے ہی قاصد وہاں سے چلا قریش ہوش میں آئے اور ان کو احساس ہوا کہ ان سے بڑی بھول ہوئی، اس لئے کہ قریش کو اب مسلمانوں کی طاقت کا بخوبی اندازہ تھا، ان کو معلوم تھا کہ ان کا مقابلہ اب کوئی کھیل نہیں ہے، تبھی تو انہوں نے حدیبیہ میں صلح کی تھی، ورنہ جھکنے والے کب تھے؟

ان کو غلطی کا احساس ہوا لیکن ”اب پچھتاوے سے کیا ہوتا، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت“ والی کہانی تھی، فکر دامن گیر ہوئی، بوکھلائے، گھبرائے کچھ سوچا کچھ سمجھا آخر

جو بن پڑا کیا، موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے قریش کا سب سے بڑا لیڈر ابو سفیان بنفس نفیس سفارت کے کام پر روانہ ہوا، اور آناً فاناً مدینہ پہونچا، مدینہ پہونچتے ہی سب سے پہلا جھٹکا اس کو ایسا زوردار لگتا ہے کہ وہ اندر سے ڈھیر ہوجاتا ہے۔

ابوسفیان کی حیرانی

واقعہ یوں ہوا کہ وہ اپنی لاڈلی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پہونچا اور بستر پر بیٹھنا چاہ ہی رہا تھا کہ ام حبیبہؓ نے بستر پلٹ دیا۔

ابوسفیان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کیا ہوا؟ ارے بیٹی میں اس بستر کے لائق نہیں یا یہ بستر میرے شایان شان نہیں، یہ سوال ایک تجاہل تھا، کیا ابوسفیان جیسے زیرک، اخّاذ ذہن کے مالک کی بیٹی کے انداز سے حقیقت حال کا اندازہ لگانا کچھ دشوار رہا ہوگا؟

نہیں ابو، آپ مشرک ہیں اور شرک ناپاکی ہے اور یہ تو حضور ﷺ کا بستر ہے اس کے لائق آپ نہیں ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے ابوسفیان حیران رہ گیا، لیکن اس کے دماغ میں کوئی اور ہی سودا سمایا ہوا تھا، وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور تجدید معاہدہ کی درخواست کی لیکن جواب نہ ملا، وہ بھاگا بھاگا ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا سفارش کا طالب ہوا لیکن سب نے کان پر ہاتھ رکھا کہ یہ کام تو ہمارے بس کا نہیں ہے۔

اب اس کو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے، کس کے پاس جائے؟ آخر وہ حضرت علیؓ کے پاس پہونچا اور مدعا عرض کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مدد سے ہاتھ کھینچا، اس کی بوکھلاہٹ اس حد تک بڑھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو اس وقت بچے تھے ان کی سفارش کا خواستگار ہوا، کہاں ابوسفیان کہاں یہ چھوٹا بچہ؟ اس سے ابوسفیان بلکہ

پورے قریش کی پوزیشن کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اتنی بڑی مہم کیلئے جس میں بڑے بڑے لوگ پیچھے ہٹ رہے تھے ابوسفیان ایک بچہ سے سفارش کرانا چاہتا تھا، اور اپنے اس عمل میں وہ سنجیدہ بھی تھا۔

جب کوئی بات بنتی نظر نہ آئی تو اسی بے چینی اور بدحواسی کے عالم میں حضرت علی سے کہا آخر میں کیا کروں، حضرت علی کا ایما پا کر مسجد گیا اور ایک طرفہ اعلان کر دیا: ''میں صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرتا ہوں'' اور یہ کہہ کر مکہ روانہ ہو گیا۔ اس طرح سے کوئی بات تو بننے والی نہ تھی۔ مکہ پہونچا تو قریش نے گھیر لیا، ہر شخص گوش برآواز تھا، لیکن جواب سن کر ان کو بڑی مایوسی ہوئی، اور بے ساختہ کہنے والے نے کہا یہ تو علی نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے، بہر حال معاہدہ ٹوٹ چکا تھا، اور حضور ﷺ نے تیاری کا اعلان کر دیا۔''

آخر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑی لجاجت سے درخواست کر رہا تھا لیکن آپ ﷺ نے باوجود اتنے رحیم وکریم ہونے کے اس کی درخواست کیوں نہیں قبول فرمائی اور معاہدہ کی تجدید کیوں نہیں کی؟

دراصل بات صرف ایک شخص کی درخواست کی نہ تھی، آپ ﷺ نبی تھے، دنیا کو نورِ توحید سے منور کرنا، اور شرک کی گندگی سے پاک کرنا آپ کا مشن تھا، خانۂ خدا جس کو اسماعیل وابراہیم علیہم السلام جیسے توحید پرستوں نے تعمیر کیا تھا، وہ ایک صنم کدہ بنا ہوا تھا، قریش مکہ اس کے والی تھے۔

مکہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے

مکہ کی جغرافیائی حیثیت بھی ایک مرکز کی تھی مکہ پر قبضہ گویا پورے عرب بلکہ دنیا کے قلب پر قبضہ تھا، وہی توحید کا مرکز تھا، اس کی صفائی ضروری تھی، اصل آپ

کے مشن میں یہ چیز داخل تھی، لیکن حالات سازگار نہ تھے اور ابھی وقت کا انتظار تھا، اور آئے دن کی کفار کی یورش اس بات کی متقاضی تھی کہ اب ان کے مرکز کی تطہیر کر دی جائے تا کہ کفر کا قلع قمع ہو سکے، اور دعوت حق کے راستہ کے چھوٹے بڑے سارے پتھر ہٹ جائیں اور راستہ بالکل صاف ہو جائے لیکن معاہدہ کی پابندی بھی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، لیکن جب اللہ کسی کام کو انجام دینا چاہتا ہے تو اس کا انتظام خود کر دیتا ہے، قریش نے خود اس کا جواز فراہم کر دیا۔ اور پھر ایک مظلوم کی مدد اور اس کی دادرسی بھی تو ضروری تھی اگر اسی طرح ظالم ظلم کرتا رہے اور زبانی معافی مانگتا رہے اور اس کو معاف کیا جاتا رہے، پھر تو مظلوم کی جو درگت بنے گی وہ محتاج بیان نہیں۔

اس لئے ان سب باتوں کے پیش نظر آپ ﷺ نے ابوسفیان کی درخواست قبول نہ فرمائی اور مظلوم کی دادرسی کی تیاری کا حکم دے دیا، اور اس بات کا التزام کیا کہ دشمن کو تیاری کی خبر نہ ہونے پائے تا کہ یکا یک پہونچ کر دشمن کو زیر کرنا آسان ہو۔

حضور ﷺ کی حکمت عملی!

تیاری شروع ہو گئی، ہر شخص اپنی وسعت کے بقدر تیر وسنان تیار کرنے لگا پھر دس ہزار جانثاروں کے جلو میں مکہ کی اسلامی فوج نے مارچ شروع کیا اور کفار کے جاسوس کو طرح دیتے ہوئے اس طرح چلے کہ ان کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی اور ایک شام مکہ سے تقریباً ایک منزل کی دوری پر لشکر اسلام فروکش ہو گیا۔

حضور ﷺ نے دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے حکم فرمایا کہ ہر فوجی الگ آگ روشن کرے، جب لشکر اسلام نے اس طرح آگ روشن کی تو وَادِّی مَرَّ الظُّهْرَانِ میں آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔

ابوسفیان کو خبر ہو چکی تھی وہ خبر رسانی کیلئے گشت پر تھا، جب اس کی آنکھوں نے یہ انوکھا منظر دیکھا تو کانپ گیا، اپنے تجربات و قیاسات کے گھوڑے دوڑائے" کہ کونسا قبیلہ ہے، کون سے لوگ ہیں، جن کی اتنی کثیر تعداد ہے، لیکن اس کے تخمینہ میں ہر قبیلہ اس سے فروتر نظر آتا، وہ اسی اُدھیڑ بن میں تھا کہ آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ جو اسلامی فوج کے کوچ سے پہلے مدینہ آکر اسلام لا چکے تھے۔ وہ ٹہلتے ہوئے گذرے ابوسفیان کی آواز سن کر پہچان لیا۔

آواز دی، ادھر آؤ، پوچھا تم کون ہو بتایا عباس۔

کہا ادھر آجاؤ آج لشکر اسلام آچکا ہے، اب قریش مکہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور تم کو تو اگر کوئی دیکھ لے گا تو فوراً تمہاری گردن اڑا دے گا۔

اس جملہ نے تو ابوسفیان کے اوسان خطا کر دیئے اور اس کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آج اس سخت گھڑی میں وہ کیا کرے اتنا بڑا لشکر جس کا اندازہ وہ آگ سے کر رہا تھا یقیناً مقابلہ تو نہیں کر سکتا اور جان دینا کوئی اچھی بات نہیں، عرض کیا آخر تم کیا کہتے ہو، میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا اب ایک ہی راستہ ہے تم میرے خچر کے پیچھے بیٹھ جاؤ میں تم کو اللہ کے رسول تک پہونچائے دیتا ہوں، تم اپنے لئے بچاؤ کا سامان کر لو، وہ بہت رحمدل ہیں۔

ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خچر پر سوار ہو جاتا ہے اور وہ حضور ﷺ کے پاس لے کر چلتے ہیں، اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر ابوسفیان پر پڑی وہ چہک کر بولے، او دشمن اسلام تو ہے، آج انتقام کا موقع ہے دوڑے ہوئے آپ ﷺ کے پاس پہونچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خچر تیز دوڑایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں ابوسفیان کو پیش کر دیا، ابوسفیان حضور ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا ابھی تک وقت نہیں آیا کہ تم اللہ کو ایک جانو! ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ بہت رحم دل، کریم النفس اور شریف ہیں صلہ رحمی کرنے والے ہیں، اس میں تو مجھ کو شک نہیں رہا، اس لئے کہ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو آج ضرور میری مدد کرتا۔

ابوسفیان کو حضور ﷺ کی نصیحت

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تم کو سمجھ دے کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا کہ تم مجھ کو اللہ کا رسول تسلیم کرو؟

ابوسفیان نے آپ کی رحم دلی کریم النفسی اور اوصاف حمیدہ کو ذکر کرنے کے بعد عرض کیا "اس معاملہ میں ذرا شک ہے" قربان جایئے عربوں کی راست بازی پر کہ جان کے لالے پڑے تھے، دشمن کا لشکر جرار ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح سر پر کھڑا تھا، ہیبت طاری تھی، انجام آنکھوں کے سامنے تھا لیکن زبان سے وہی کہا تھا جو دل میں تھا، نفاق کا کہیں گزر نہیں کچھ بھی ہو لیکن جس بات کو حق سمجھا اس کو حق کہا۔

یہی ابوسفیان تھے جنہوں نے ہرقل کے دربار میں آپ سے متعلق سوالات پر صحیح جواب دیئے تھے، چاہتے تو جھوٹ کی آمیزش کر دیتے، دشمن تھے کٹر دشمن تھے لیکن وہاں جھوٹ نہ بول سکے، کیونکہ دل میں جو بات تھی وہی زبان پر تھا، نفاق نہیں تھا، مکہ نفاق سے پاک رہا، جواں مردوں کی یہی صفات ہوا کرتی ہیں۔

آج بھی جب ان کو اپنی جان کا خطرہ تھا، لیکن اگر دل میں نبوت کی سچائی نہیں آئی تو اس کو صرف جان بچانے کیلئے سچ نہیں کہہ سکے۔

ابوسفیان نے کہا۔ "ابھی اس میں شک ہے"۔

ابوسفیان کا قبول اسلام

لیکن حضرت عباسؓ نے لقمہ دیا بندہ خدا اسلام قبول کرلو قبل اس کے کہ تمہاری گردن اڑائی جائے، ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا اور اب رضی اللہ عنہ کے خطاب سے سرفراز ہوگئے، حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا لے جاؤ ابوسفیان کو اونچی جگہ کھڑا کرو تاکہ جب لشکر اسلام گزرے تو یہ اپنی آنکھوں سے اسلام کی شان وشوکت کا نظارہ کرسکیں جب دس ہزار کا لشکر حرکت میں آیا تو محسوس ہوا کہ کوئی سمندر ہے جس میں موجیں اٹھ رہی ہیں، اور ہر موج اپنا خاص رنگ دکھا کر آگے بڑھی جارہی ہے، ہر موج کے گزرنے پر ابوسفیان کانپ کانپ جاتے ہیں۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کے مصداق۔

اللہ تعالیٰ نے مرکز العرب والعجم یعنی بلد امین اور اپنے گھر بیت اللہ شریف کو آپ ﷺ کے دستِ مبارک اور قدوم میمنت کے طفیل پاک وصاف کردیا اور تا قیامت کفر وشرک اس سرزمین وملک سے رخصت ہوگیا۔

حضور ﷺ نے حیران کن اعلان فرما کر دنیائے انسانیت میں ایک تاریخ رقم کردی۔ جب تمام مشرکین مخالفین اور دشمنانِ اسلام ایک لائن میں کھڑے کردیئے گئے، اور سب کو یقین ہوگیا کہ آج کسی کو نہیں بخشا جائے گا۔ آپ ﷺ نے ان دشمنوں پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔

فتح مکہ پر حضور ﷺ کا اعلان

جاؤ میں آج وہی کروں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے کیا تھا کہ اپنے تمام دشمن بھائیوں کی خطاؤں کو ہمیشہ کے لئے معاف کردیا تھا۔ تم بھی آزاد ہو۔ آج تم سے کوئی

مؤاخذہ نہیں۔ یہ تھی صلح حدیبیہ کی برکت کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا پرچم سارے عرب پر لہرادیا۔ اور سورہ فتح کی جملہ آیات میں جو بشارتیں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو دی ہیں ان کے ظہور کیلئے وقت درکار تھا۔ فتح مکہ تو فتوحات کا پہلا باب تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہاں سے اسلام کو سرخرو اور ساری دنیا کے لئے قابل قبول، منظور ومنصور بنانا مقصود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آیتِ فتح مکہ کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے قلوب مطمئن اور مسرتوں سے بھر گئے۔ کیوں کہ قرآن مجید کی ان آیات میں نہ صرف فتح مکہ کی بشارت ہے بلکہ ان فتوحات کا مژدہ اور ان اموالِ غنیمت کے حصول کی بشارت بھی ہے جن کا مسلمان ان دنوں تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ مغرب میں شام، فلسطین، مصر، شمالی افریقہ، اسپین اور مشرق میں عراق، ایران، افغانستان، برصغیر وغیرہ ممالک کی فتوحات مراد ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ الْفُتُوحُ الَّتِي فُتِحَتْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ كَأَرْضِ فَارِسَ وَالرُّومِ وَجَمِيعُ مَا فَتَحَهُ الْمُسْلِمُونَ. (القرطبی)

آیت میں فتح مکہ کی خبر بھی دی گئی۔ اس وقت یہ پیشین گوئی کون کرسکتا تھا کہ عنقریب مکہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگے گا۔ کس کی عقل یہ سوچ سکتی تھی کہ عرب کے یہ بادیہ نشین چند سالوں میں مشرق ومغرب کی دو عظیم طاقتوں کو بیک وقت یوں پچھاڑ دیں گے کہ پھر وہ سنبھل نہ سکیں گی اور ایک صدی کے اختتام سے پہلے معلوم دنیا کے تین براعظموں میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ کی صدائے دلنواز گونجنے لگے گی۔ اور قرآن مجید کے بیانات کا مقصد یہ بھی ہے کہ ایسا کرنا تمہارے بس کی بات تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ باہر نہیں۔ علامہ قرطبی نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا۔ وَقِيْلَ حَفِظَهَا اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيَكُوْنَ فَتْحُهَا لَكُمْ ۔ یعنی اللہ

تعالیٰ نے ان ملکوں اور مالوں کو محفوظ رکھا ہوا ہے تا کہ تم آکر انہیں فتح کرو۔ ان کے قلعے اور شہر تمہارے استقبال کے لئے اپنے دروازے کھول دیں، قیصر و کسریٰ کے جو زر و سیم اور جواہرات کے انبار ہیں وہ تمہارے قدموں میں ڈھیر کردیئے جائیں۔

برادران اسلام! تواریخ کو پڑھ کر ہمیں رونا چاہئے اور افسوس کرنا چاہئے اور اپنے اعمال کو درست کر کے ہمیں اپنی کھوئی ہوئی روایات اور طاقت وقوت کو دوبارہ حاصل کرنے کی جستجو کرنی چاہئے۔

علامہ انور صابری نے کیا سچ کہا۔

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے
اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ والی طاقت وقوت اور جذبۂ جہاد عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

پڑوسی کے آداب اور حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْد وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم۔

ترجمہ: بے شک اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس صلح کرادو اپنے بھائیوں کے درمیان، اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات۔۱۰)

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

برادرانِ اسلام، میرے بزرگو اور دوستو اور عزیز طلباء! یہ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہم مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور بھائی کے اندر ایسی مودت اور محبت اور الفت رکھ دی کہ دوسرے رشتہ میں نہیں ہے۔ ایک مومن

مسلمان کسی بھی ملک کا رہنے والا ہو جب اس سے ملاقات ہوتی ہے تو قدرتی طور پر اس سے محبت عود کر آتی ہے۔ ہم لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں لیکن جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ البانیہ کا مسلمان پریشان ہے، یا چیچنیا کا مسلمان مجبور ہے یا عراق اور فلسطین کے مسلمان پر عرصہ حیات تنگ ہے یا افغانستان کے مسلمانوں پر دشمنانِ اسلام بمباری کر رہے ہیں۔ تو ہمارے دل تڑپ اٹھتے ہیں، بے قرار ہو جاتے ہیں، ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں ان کو تسلی دیں، ہمارے پاس جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان میں سے ان لوگوں تک پہونچائیں تاکہ ان کی پریشانی دور ہو۔ یہی ہے وہ جذبۂ اخوت ومحبت اور بھائی چارگی ۔ اسی میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ اور ایک دوسرے کیلئے تسکین اور راحت کا سامان۔ خونی رشتہ کے بعد جو سب سے قریب ہوتا ہے وہ ہمارا پڑوسی ہے۔ پڑوسی کے حقوق اللہ تعالیٰ نے بہت سے رکھے ہیں اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

پڑوسی کا مطلب

اس دور میں جہاں اسلام کی بہت سی روحانی اور مادی نعمتوں سے انسان محروم ہے ان میں پڑوسی جیسی نعمت بھی شامل ہے، آج ہم کسی کا پڑوسی بننے یا کسی کو اپنا پڑوسی بنانے کیلئے تیار نہیں ہیں، کیوں کہ پڑوسی کا مطلب ہے کہ ہم کو اس کے ساتھ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنا ہے، اس لئے مالدار طبقہ تو اب چھٹ کر افیشیل علاقہ میں چلا گیا جہاں پڑوسی کا کوئی تصور نہیں، دس سال تک رہ جاؤ کیا مجال ہے کہ آپ کو پڑوسی ڈسٹرب کرے یا آپ اپنے پڑوسی کو پریشان کریں۔ یہاں تک کہ پڑوسی کے نام سے بھی واقفیت نہیں ہوتی ۔ یہ آج کے انسان کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ انسان اپنے جیسے انسان سے بیزار ہے اور قریب ہوتے ہوتے دور ہے؟ حالانکہ حضور سرور

کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اچھا پڑوسی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ہے جو تم کھاؤ اس میں سے اپنے پڑوسی کو بھی کھلاؤ۔ جب تمہارے یہاں کوئی خوشی ہو تو اپنے پڑوسی کو بھی شامل کرلو، اس کے گھر پر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو اس کو تسلی دو، انتقال ہو جائے تو ان کے جنازے میں شریک رہو اور اس پڑوسی پر لعنت کی گئی ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے لیکن اس کے پڑوس میں رہنے والے بھوکے پیٹ سو جائیں۔

پڑوسی سے متعلق حضرت جبرئیلؑ کی تاکید

حضرت امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں پڑوسی سے متعلق سولہ ابواب منعقد کئے ہیں اور ہر باب میں کئی کئی حدیثیں نقل کی ہیں پہلے باب کی دوسری حدیث سماعت فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِہٖ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ، وَمَنْ کَا نَ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ. (نسائی. ص 44)

ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی سے اچھا برتاؤ کرے، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات بولے یا خاموش رہے۔

یہ حدیث نہایت صحیح ہے صحیحین اور ترمذی وغیرہ میں بھی موجود ہے، غور کریں ایمان مکمل ہونے کے لئے لازم ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے ارشاد

فرمودہ احکام پر اس طرح ایمان رکھے کہ آخری دن قیامت آنے کا پورا یقین کرے اور اس دن ہر نیک و بد عمل کا بدلہ ملنے پر یقین کرے بغیر اس کے ایمان صحیح نہیں ہوسکتا اب اس حدیث پاک میں ایمانی تقاضوں میں سے تین امور کو ذکر کیا گیا ہے۔

جن میں سب سے پہلا اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک ہے، دوسری حدیث میں پڑوسی کے حق کو اور اس کے ساتھ خیر خواہی کرنے کو یہاں تک فرما دیا ہے کہ حضرت جبرئیل جب بھی آئے پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہونے لگا کہ اپنی قرابت داریوں کا جو آخری حق ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد قرابت دار لوگ اس کے چھوڑے ہوئے مالوں میں سے اپنا اپنا حق وراثت پاتے ہیں، اسی طرح مجھے گمان ہوا کہ حضرت جبرئیلؑ پڑوسیوں کو بھی وارث بنانے کا حکم لے آئیں گے، اسی طرح اور بھی بہت تاکید دوسری حدیثوں میں آئی ہے۔

دوسرا حکم جو اس حدیث میں ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا مہمان کی عزت کرنا یہ بھی ایمان کا تقاضا ہے بغیر اس کے اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لانا بھی صرف زبانی ہوگا حقیقی ایمان نہیں، دوسری روایتوں میں بھی ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور ایک دن خوراک میں تکلف کرے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں "فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ يَوْمَ وَلَيْلَةٍ" ان الفاظ کا مطلب بعض علمائے حدیث نے تو یہی بتایا ہے کہ ایک دن تک اس کے لئے پر تکلف کھانا تیار کرائے، اور بعض دوسرے محدثین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ گھر پر تو اکرام کرے اور جب وہ رخصت ہو تو ایک دن کا توشہ بھی اس کو دے اور تیسرا حکم یہ ہے کہ زبان کو لایعنی باتوں سے بچائے اگر کچھ بولے تو صرف بھلی بات بولے، ورنہ

خاموش رہے۔ ایک صحابی اپنی زبان کو انگلیوں سے رگڑ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ہلاکتوں میں مجھ کو اسی نے ڈالا ہے۔

مومن کا ایمان ان تینوں باتوں کا متقاضی ہے جس نے ان پر عمل نہیں کیا اس نے ایمان کا تقاضا پورا نہیں کیا۔

غریب اور ان پڑھ مسلمان کی حالت

آج غریب اور ان پڑھ مسلمان کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی دال روٹی کے چکر میں صبح سے شام تک کچھ کماتا ہے۔ اسے نہ سنت کا خیال ہے نہ قرآنی احکامات کا۔ بس اس کا چکر بندھا ہوا ہے، صبح جاتا ہے شام کو تھک ہار کر گھر آجاتا ہے، ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی ہوتی ہے، اس میں کچھ ضروری کاموں سے فارغ ہوجاتا ہے، پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کیلئے اسکے پاس سوائے دو چار میٹھے بول کے کچھ نہیں ہے، گھر میں اچھے سے اچھا پکاتے ہیں، خوب کھاتے ہیں بچ جاتا ہے تو کام کرنے والے ملازمین کو دیتے ہیں اور پھر بھی بچ گیا تو پھینک دیا جاتا ہے، لیکن پڑوس کو کچھ بھیجنا یا دینا عیب سمجھا جاتا ہے، اگر پڑوسی نے کچھ مانگ لیا تو صاف انکار، اور اگر لحاظ میں دیدیا تو لینے والے پڑوسی کو کبھی واپسی کا خیال نہیں آتا، دل ایسے سخت اور سیاہ ہوگئے کہ آپسی بھائی چارگی اور حسنِ سلوک کی گنجائش بہت ہی کم دلوں میں رہ گئی ہے۔

مالدار اور پڑھے لکھے مسلمانوں کی حالت

مالدار اور پڑھے لکھے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ایسے علاقوں میں مکان بناتے ہیں جہاں عام رشتہ دار اور دوست احباب آسانی سے نہ پہونچ سکیں۔ اور جہاں کا ماحول اس انداز کا ہوتا ہے کہ ہر آدمی اپنے کاموں اور مشغولیت میں مگن ہوتا ہے، اتنی فرصت نہیں ملتی کہ پڑوسی سے بات کرلے، کبھی کبھی اس لئے بات نہیں کرتے کہ

تعلقات بڑھ جائیں تو زیادہ آنا جانا ہو جائے گا اور پھر پڑوسی اپنی ضروریات سامنے رکھ دے تو لحاظ میں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس طرح کی قدغن کو ختم کیا جائے اور پڑوسی آپس میں حسن سلوک کو زندہ کریں تا کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنتیں زندہ ہوں اور ان کا معاشرہ پھر سے وجود میں آئے۔

پڑوسی کی اہمیت

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا بتاؤ تم لوگ زنا کے متعلق کیا جانتے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا کہ زنا حرام ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام فرمایا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی پڑوسن سے زنا کرے تو یہ ایک زنا دس عورتوں سے زنا کرنے پر بھاری ہے پھر پوچھا کہ چوری کے متعلق کیا جانتے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا کہ یہ بھی حرام ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور اس کے رسول برحق نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دس گھرانوں سے چوری کرے اس پر ایک ہی چوری بھاری ہے کہ اپنے پڑوسی کے گھر میں چوری کرلے۔

غیر مسلموں میں بھی پڑوس کی اہمیت ہے

آدمی کتنا ہی بڑا بادشاہ بن جائے یا کتنا ہی بڑا پہلوان بن جائے۔ اکیلا زندگی نہیں گذار سکتا، اس کو ہر موقع پر کسی نہ کسی ساتھی اور یار و مددگار کی ضرورت رہتی ہے۔ انسان کے مزاج میں اللہ تعالیٰ نے اخوت، الفت ومحبت رکھی ہے اور یہ ہر موقع پر ظاہر ہو کر اپنے کمالات دکھاتی رہتی ہے، ایک غیر مانوس اور غیر وطن کے آدمی سے آپ حسنِ سلوک کریں تو وہ آپ کا گرویدہ بن جائے گا، اٹھتے بیٹھتے آپ کی تعریف

کرے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی یہی سیرت ہے کہ آپ نے اپنے اخلاقِ کاملہ سے دشمنوں کو دوست بنایا غیروں کو اپنا بنایا، جو مانوس نہیں تھے ان میں الفت پیدا کی، جو گالیاں دیتے تھے وہ تعریف کرنے لگے۔ یاد رکھیئے! آپ کتنے ہی مستغنی بن جائیں لیکن پڑوسی سے استغناء نہیں کر سکتے، اس لئے کہ پڑوسی آپ کے برابر میں آپ کا بھائی ہے، آپ کا ہمدرد ہے، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آپ کے کام آئے اور آپ اس کے کام آئیں۔ آپ ان کے غم وخوشی میں شریک رہیں اور وہ آپ کے اچھے برے وقت کے ساتھی رہیں، اس لئے دیکھا گیا ہے کہ غیر مسلموں کے اندر بھی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا رواج ہے وہ بھی اپنی مادی اور فطری ضروریات کی تکمیل کیلئے پڑوسی سے تعلق رکھنے پر مجبور ہیں۔

چالیس گھروں تک پڑوسی کا درجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنْ سَيُوَرِّثُهٗ. ("اَلْاَدَبُ الْمُفْرَدُ" حدیث۳۰۱)

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ایک واقعہ ہے کہ: "ان کے گھر بکری ذبح ہوئی تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا: اَهْدَيْتَ لِجَارِنَا لِيَهُوْدِيْ" ہمارے پڑوس میں ایک یہودی ہے کیا تم نے اس کے پاس (بکری کے گوشت میں سے) کچھ ہدیہ بھیجا؟ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، کس کے پاس ہدیہ بھیجا کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تمہارے دروازہ سے قریب ہے اس کے پاس۔ (الادب المفرد)

یہ حدیث الادب المفرد کے علاوہ صحیح بخاری ، مسند احمد، مستدرک حاکم تینوں میں موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ سب سے قریبی پڑوسی وہ سمجھا جائے گا جس کا گھر اور جس کا دروازہ قریب تر ہو، پس اس کا حق بھی سب سے زیادہ ہے مگر اتنے سے پڑوس ختم نہیں ہوجاتا بلکہ چالیس گھروں تک درجہ بدرجہ پڑوسی کا اطلاق ہوتا ہے ملاحظہ ہو۔

عَنِ الْحَسَنِ، اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْجَارِ؟ فَقَالَ اَرْبَعِيْنَ دَارًا اَمَامِهِ، وَاَرْبَعِيْنَ خَلْفِهِ، وَأَرْبَعِيْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَ أَرْبَعِيْنَ عَنْ يَسَارِهِ.

حضرت حسن بصریؒ سے پڑوس کی حد پوچھی گئی؟ تو انہوں نے بتایا کہ چالیس گھر آگے اور چالیس پیچھے اور چالیس گھر اس کے داہنے اور چالیس اس کے بائیں۔

اب جس کا دروازہ جتنے قریب ہوا اتنا ہی وہ قریبی پڑوسی ہے اب ہدیہ دینے، مزاج پرسی کرنے اور دوسرے سلوک میں اسی قدر رعایت کرنی چاہئے ۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسن سلوک میں قریبی کو چھوڑ کر دور والے پڑوسی سے ابتدا نہ کرے بلکہ قریب والے سے شروع کرے دور والے سے پہلے۔

قیامت کے دن پڑوسی فریاد کرے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک دور وہ بھی دیکھا کہ جب آدمی کے پاس سونے چاندی کا سکہ ہوتا تو ایک مسلمان اس سکے کا سب سے زیادہ حق دار اپنے مسلمان بھائی کو سمجھتا تھا اور اب دیکھ رہا ہوں کہ روپیہ چاندی سونا اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ لوگوں کو محبوب ہوگیا ہے میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے کہ قیامت کے دن کتنے ہی پڑوسی اپنے پڑوسی کا دامن پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوں گے کہ اے میرے

پالنے والے اس شخص نے اپنے گھر کا دروازہ مجھ پر بند کردیا تھا اور میرے ساتھ بھلائی کو روک لیا تھا۔ بنگلور رہتے ہوئے میرے پڑوس میں ایک صاحب رہتے، کبھی بھی وہ میرے سامنے اپنے گھر سے نہیں نکلتے اور یہ کوشش کرتے کہ کبھی آمنا سامنا نہ ہو، میں ہمیشہ جستجو میں رہتا کہ کبھی باہر نظر آئیں تو السلام علیکم کروں۔ ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ وہ باہر مل گئے، میں نے سلام کیا اور محبت سے کہا کہ میں آپ کا پڑوسی ہوں مجھے آکر یہاں کئی ماہ ہوگئے ہیں آیئے! میرے گھر پر تشریف لایئے میں ان کو عزت کے ساتھ لایا، خاطر تواضع کی، تو وہ خوش ہوگئے اور کہنے لگے میں نے یہ سوچا تھا کہ میرا مسلک الگ ہے آپ کا الگ، شاید آپ بات کرنا پسند نہ کریں، میں نے کہا تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کوئی مسلک کسی کو آپس میں ملنے اور محبت کرنے سے نہیں روکتا، میں آپ کا پڑوسی ہوں مجھے خوشی ہوگی کہ میں آپ کے کسی کام آؤں۔

وہ صاحب ایمان نہیں جس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے

عبداللہ بن المساور نے کہا کہ میں سن رہا تھا جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو یہ خبر دے رہے تھے کہ نبی پاک ﷺ سے میں نے یہ سنا کہ وہ شخص صاحب ایمان نہیں جو خود شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے آقا آنحضرت ﷺ نے مجھ کو ایک دفعہ تین وصیتیں فرمائیں:

حاکم کی بات سننا اور ماننا خواہ وہ معمولی غلام ہو جس کے اجزاء جسم بھی ناقص اور کٹے ہوئے ہوں۔

جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دو پھر دھیان سے اپنے پڑوسی کے گھروں کا خیال کرو اور خاصا شوربا ان کے پاس بھی بھیج دو۔

اور وقت ہو جانے پر نماز پڑھ لو اس کے بعد اگر امام کو اس حال میں پاؤ کہ اس نے (بے وقت) نماز پڑھی تو تم نے اپنی نماز بچالی، اور اگر اس نے وقت میں نماز پڑھی تو (اس کے ساتھ نماز پڑھو) تمہارے لئے نفل ہو جائے گی، یہ تین اجزاء متفرق طور سے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور الادب المفرد میں ایک ساتھ مذکور ہیں صحیح مسلم اور الادب المفرد میں ایک جزو یوں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر جب تو شوربا پکائے تو شوربے کا پانی زیادہ کردے پھر اپنے پڑوسیوں کی نگرانی رکھ اور ان کو بھی شوربا بانٹ دے۔

آج کے دور میں سرمایہ دارانہ نظام قائم ہے، جہاں سیکولر اسٹیٹس ہیں اور ان میں جمہوری نظام قائم ہے وہاں یا تو اتنے اونچے درجے کے لوگ ہیں کہ ان کے معیار زندگی کو آپ صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتے اور پھر یا وہ اتنے کمتر اور اتنے کمزور کہ ایک وقت کا کھانا جوئے شیر سے کم نہیں ہے، آج بھی مزدوروں پر جو مظالم ہیں اور ان سے کم اجرت پر جو کام لیا جا رہا ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

ابھی چند دن قبل روزنامہ سہارا میں ایک خبر چھپی تھی کہ ایک عالی شان عمارت میں ایک گاؤں کا آدمی جھانک رہا تھا کسی نے کہا، کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا بابو جی کچھ مہینے پہلے ہم لوگ اس عمارت میں مزدوری کا کام کر رہے تھے آج یہ بن کر تیار ہو گئی ہے کتنی خوبصورت ہے کیا میں اس کو اندر سے دیکھ سکتا ہوں؟

موجودہ ذمہ داروں میں سے کسی نے اس کو کہا کہ تجھے کیا چاہئے اس نے کہا بابو جی آج مزدوری نہیں ملی۔ میرے بچے بھوکے ہیں مجھ کو صرف تیس روپئے آج کیلئے چاہئیں۔ کیوں کہ 15 روپئے کا چاول، اور 5 روپئے کی دال اور دس روپئے گھر کے دیگر اخراجات کے لئے۔ آج کے گرانی کے دور میں 30 روپئے میں فیملی

چلتی ہے؟ لیکن یہ مغرب کا خون چوسنے والا نظام سرمایہ دارانا ہے کہ انسانیت ختم ہو گئی اور اخوت ومحبت قصۂ پارینہ ہو گئی۔

یہ خوبی صرف اسلام کے اندر ہے

انسانوں کی بھلائی کے لئے بے شمار راستے ہیں۔ صلح رحمی سب سے پہلا اور سب سے اہم ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے پڑوسی کی حیثیت سے حسنِ سلوک، تیسرے سالانہ آمدنی میں سے زکوٰۃ کا نصاب اور صدقات اور خیرات کی فضیلت کا مسلمان کو حامل بنا دیا کہ انسانیت کے تئیں خدمت باقی رہے اور کسی نہ کسی حیلے یا بہانے سے کمزور طبقہ کسمپرسی کے عالم میں زندگی نہ گذارے۔ آپسی بھائی چارگی کیلئے ہدیہ دینا اور ہدیہ لینا احسن عمل قرار دیا جس سے انسانیت کا مقام بلند ہوتا ہے اور کسی کی اہانت نہیں ہوتی۔

آج دنیا کو اسلام کی تعلیمات پر پہلے سے زیادہ عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اسلام کے زرین اصولوں پر گامزن رہنے اور ان سے فوائد حاصل کرنے کی ترویج واشاعت ضروری ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی کے جس راستہ سے چاہے سلوک کرے لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے بدسلوکی کر کے اسلام کو بدنام نہ کرے۔ مسلمان ایثار وقربانی اور محبت والفت کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ متاعِ ایمان کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی تصور کرتا ہے۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

مساجد اسلامی مراکز ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْدج ذُقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ”لِمَسْجِدَ اُسِّسَ عَلٰی التَّقْوٰی“ ● صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

ہے مرے سینۂ بے نور میں اب کیا باقی — لا الا مردہ وافسردہ وبے ذوقِ نمود
ہے مری بانگ اذان میں نہ بلندی نہ شکوہ — کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود؟

بزرگانِ محترم، نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلباء! یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ مساجد سے باہر ہے۔ درگاہوں میں اور بازاروں میں رش ہے۔ ٹھیٹھروں اور پارکوں میں رش ہے لیکن اگر رش نہیں ہے تو صرف مساجد میں نہیں۔ مساجد سونی پڑی ہیں۔ بعض مساجد تو ماشاءاللہ اتنی کشادہ بنی ہوئی ہیں کہ شاید ہی کبھی بھرتی ہوں اور ان کی وسعت کے مطابق ان میں نمازی آتے ہوں۔ یہودیوں اور

نصرانی علماء اور پادریوں نے ایسی خفیہ تحریکیں اور تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں کہ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ بھولے بھالے مسلمانوں کو علماء کرام سے اور قرآن وسنت سے دور رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت ان کے دلوں سے نکالدیں، اور اس قدر بے دین ہوجائیں کہ دنیا کی ہر چیز سے ان کا تعلق ہو لیکن دین سے، قرآن سے، حدیث سے، اللہ اور اس کے رسول سے علماء اور مساجد سے کوئی تعلق نہ ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ نہایت محبوب ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہے کہ کب دوبارہ اذان ہو اور میں مسجد میں جاؤں۔

قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جن لوگوں کو سائے میں جگہ ملے گی ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جن کے دل دنیا میں مساجد میں اٹکے ہوئے ہوں گے۔

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مسجدوں سے محبت کرتے ہیں۔ قیامت کے ہولناک منظر میں ان کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔

عہد رسالت میں سو فیصد لوگ مسجد میں آتے تھے

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں سو فی صد لوگ مساجد میں آکر نماز ادا کرتے تھے اور شیخین کے زمانہ میں بھی یہی رہا کہ منافق کی بھی ہمت جماعت کی نماز چھوڑنے کی نہیں ہوتی تھی۔

اور آج ایسا دور ہے کہ مساجد تو بڑی بڑی بنادی ہیں۔ منارے آسمانوں کو چھونے لگے ہیں۔ خوبصورتی کا معیار نہایت ہی بلند وبالا ہوگیا ہے لیکن نمازیوں کی تعداد گھٹ گئی ہے۔

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اس زمانہ میں جہاں آج دنیوی عمارتیں اور لوگوں کی رہائش گاہیں، خانقاہیں اور دینی ادارے بڑی بڑی عمارتوں کی شکل میں نظر آرہے ہیں، نماز کے لئے مساجد کی ظاہری شان وشوکت کا معیار بھی خوب بلند ہوا ہے، اور جب مساجد کو دوبارہ بنا نے کا وقت آتا ہے تو ہر مسلمان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ایسی مسجد بنے جو اپنے علاقہ میں نہایت شاندار اور خوبصورت بھی ہو، مضبوط بھی ہو اور بڑی بھی ہو، آیئے ہم سمجھیں کہ اسلام میں مسجد کس کو کہا جاتا ہے؟ مسجد کے معنیٰ اور مطالب کیا ہیں۔

مسجد کا معنیٰ ہے سجدہ کی جگہ، چونکہ سجدہ دیگر ارکان نماز کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اسی لئے اسی کے نام سے مسجد موسوم کی گئی ہے، گویا جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ مسجد کا اطلاق ہر اس جگہ پر ہوتا ہے جو نماز کے لئے مخصوص کی جائے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی روشنی میں ہر اس جگہ کو مسجد کا نام دیا جاسکتا ہے جو نماز کے لئے مختص ہو۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے "وَجَعَلْتُ لِی الْأَرْضَ کُلِّهَا مَسْجِداً وَطُهُوراً" (بخاری) امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں مسجد وعبادت ممکن ہو اسے مسجد کہا جاسکتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

مساجد کی اقسام

لوگوں کے نزدیک دو طرح کی مساجد مشہور ہیں۔ ایک جامع مسجد جہاں پنج وقتہ نماز کے علاوہ جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اور دوسری وہ چھوٹی مسجد جہاں پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہے۔

مساجد کی فضیلت

مساجد کا درجہ ومقام اسلام میں بڑا اعلیٰ وارفع ہے۔ قرآن وسنت میں مختلف انداز میں اس کی منزلت اور بلند ومقام کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کی فضیلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ نے مساجد کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا ہے اور اس کو اپنی طرف منسوب کرکے اس کی فضیلت کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا: "أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ" مساجد اللہ کی عبادت کے لئے خاص ہیں" اور فرمایا "وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ أَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ" (بقرہ)

ہم نے ابرہیم واسماعیل علیہم السلام سے عہد لیا کہ میرے گھر کو طواف واعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے صاف ستھرا رکھو"

اما ابن العربی مالکی فرماتے ہیں: "پوری روئے زمین اللہ کی ملکیت اور اس کی مخلوق ہے پھر مساجد کو بطور خاص اپنی طرف منسوب کرکے اس کے مرتبہ کی بلندی وعظمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

احادیث کی کتابوں میں مساجد کی اہمیت اور اس کے مقام ومرتبہ کے تعلق سے بے شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں، اس ضمن میں صرف ایک حدیث تلاوت کرتا ہوں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "أَحَبُّ الْبِلَادِ اِلٰی اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلٰی اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا" (صحیح مسلم) یعنی روئے زمین کی سب سے اچھی جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مساجد ہیں اور سب سے بری جگہ بازار۔

مساجد کی اہمیت مسلم معاشرہ میں کیا ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ آپ نے مدینہ ہجرت کے موقع پر سب سے پہلے جو کام کیا وہ مسجد قبا کی

بنیاد تھی، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی مسجد کی بنیاد ڈالی اور آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے، وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر لوگوں کے درمیان قیام فرماتے۔

عہد نبوی ﷺ میں مسجد کا کردار

متعدد علمائے کرام مساجد کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں نبی کریم ﷺ کا مدینہ پہنچنے کے بعد فوراً ہی مسجد کی تعمیر کرانا، اس بات کی دلیل تھی کہ ہر زمان و مکان میں مسلم سوسائٹی کی تعمیر میں مسجد کا کردار بنیادی ہوگا، ہم جب عہد نبوی ﷺ میں مسجد نبوی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ مسجد صرف پنجگانہ نمازیں ادا کرنے کی جگہ نہیں تھی، بلکہ اس کے ذریعہ بہت سے عظیم اسلامی اغراض ومقاصد پورے ہوتے تھے۔

بلاشبہ یہ مسجد پہلے درجہ میں وہ جگہ تھی جو پنج گانہ نماز کے لئے خاص کی گئی تھی، جو بندۂ مسلم کو اس کے آقا و مالک سے جوڑتی ہے۔ اس کے دل کو گندگیوں سے پاک وصاف کرتی ہے اسے زمین سے اٹھا کر عالم بالا تک لے جاتی ہے اور روحانی فضاؤں میں اسے اڑاتی ہے اور اسے یاد دلاتی ہے کہ بندۂ مومن کو ہر حال میں اپنے اللہ کی بندگی اور اس کے سامنے خشوع وخضوع میں مشغول رہنا چاہیے۔

مسجد ایک مدرسہ تھی جس میں صحابہ کرام نے قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی تعلیم حاصل کی، جو اسلام، اس کے احکام وشرائع، اخلاق حمیدہ اور ان تمام بنیادی باتوں کی اساس ہے جن پر اسلام کا وجود قائم ہے۔ مسجد میں وہ تمام مسلمان جمع ہوتے تھے جو اسلام سے قبل کے بکھرے قبائل تھے، ایمان لانے کے بعد رسول ہاشمی ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے آتے تھے، دین کی باتیں سیکھتے تھے، ایک

دوسرے سے ذہنی وفکری طور پر قریب ہوتے تھے، زمانۂ جاہلیت کے قبائلی اونچ نیچ، جنگوں اور اختلافات کو بھول کر وحدت اسلامیہ کی لڑی میں یکجا ہوجاتے تھے اور ایک ایسی لازوال سیسہ پلائی دیوار کی طرح قوی اور مضبوط کمیونٹی میں ڈھل جاتے تھے جن کی زندگی حصول رضائے الٰہی اور دعوت دین کے لئے وقف ہوتی تھی۔

مساجد ہیڈ آفس ہیں

یہ مسجد حکومت اسلامیہ کے تمام سیاسی اور عسکری امور کی نگرانی کی ہیڈ آفس تھی۔

یہی وہ جگہ تھی جہاں نبی کریم ﷺ اپنے ارباب فکر ونظر صحابہ کرام کے ساتھ جمع ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے تمام اہم امور، مدنی سوسائٹی اور اس کے گوناگوں اجتماعی، امنی، اقتصادی اور دیگر امور پر تبادلۂ خیال کرتے تھے۔

مسجد نبوی ﷺ دار القضا کی حیثیت بھی رکھتی تھی، یہیں مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلے ہوتے تھے اور اس کی حیثیت دار الافتاء کی بھی تھی، جہاں سے مسلمانوں کے روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل میں اللہ کی جانب سے نازل وحی متلو اور غیر متلو کے مطابق فتوے صادر ہوتے تھے، اسی مسجد میں عرب اور غیر عرب وفود نبی کریم ﷺ سے ملتے تھے، آپ ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور حسب ضرورت یہیں سے ان کے ساتھ عہد و مواثیق طے پاتے تھے۔

یہ مبارک مسجد تو بڑی سادہ سی، اس کا فرش ریت اور کنکریوں کا، اس کی چھت کھجور کے پتوں کی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، لیکن اپنے اغراض ومقاصد میں نہایت بلند وبالا تھی۔ اسی عظیم مسجد میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کی تربیت کی، جنہوں نے کافروں مشرکوں اور باغیوں کے سروں سے گذر کر دنیا کے چپے چپے میں توحید کی شمع کو فروزاں کیا۔

آج ہم لوگ مساجد کو کیا سمجھتے ہیں؟

مسجد کا کردار اتنا صاف اور روشن ہونے کے باوجود موجودہ زمانہ میں اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مسجد ضرورت مندوں محتاجوں اور چندہ مانگنے والوں کی پناہ گاہ ہے یا یہ کہ زیادہ سے زیادہ نماز کی جگہ۔

ایک افسوس ناک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ہر گاؤں ومحلّہ میں کچھ ایسے افراد ہوتے ہیں جو مساجد کو اپنی ذاتی اغراض کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہاں سیاسی گفتگو اور مخالفین کی شکوہ وشکایت سے گریز نہیں کرتے، جب کہ مسجد نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے کی جگہ ہے۔

ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ اکثر مساجد میں کم پڑھے لکھے لوگ امامت و خطابت جیسے مہتم بالشان امر پر مامور ہیں، جن کی ذات سے نفع کم اور نقصان زیادہ ہورہا ہے، یہ لوگ کارثواب سمجھ کر بہت سے ایسے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا تعلق سراسر خرافات سے ہے اور جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں، خاص طور سے دیہی علاقوں میں بعض لوگوں نے مساجد کو یرغمال بنا رکھا ہے، جو اپنے آپ کو علامہ اور صاحب فضل تصور کرتے ہیں اور امامت کو اپنا فرض منصبی، ان کو امامت کا اس قدر شوق ہوتا ہے کہ بڑے بڑے علماء وقراء تک کو حق امامت سے محروم کردیتے ہیں، بلکہ ان کے پیچھے نماز ادا کرنا اپنی شان کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ قرآن شریف بھی صحت کے ساتھ پڑھنا نہیں جانتے چہ جائے کہ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ سبھی مساجد میں ایسا حال ہے، لیکن آج بھی ہمارے دیہاتوں میں اور گاؤں میں ایسی بہت سی مسجد ہیں جن میں نہ مؤذن ہے نہ امام اور

اسی وجہ سے ان میں امامت بھی یعنی جماعت کی نماز بھی پابندی سے نہیں ہوتی، صفائی کا فقدان تو ہے ہی جب مسجد میں نمازی ہی نہیں تو صفائی کرنے والے کب آئیں گے؟ کہاں سے آئیں گے؟

دس سال قبل کرناٹک، گلبرگہ علاقہ کا سروے کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت یہ دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوا کہ صرف کرناٹک کے علاقہ میں پانچ سو سے زائد مساجد ایسی ہیں جن میں امام اور مؤذن نہیں۔ اور بے شمار مسلمان گاؤں ایسے ہیں جہاں مساجد نہیں ہیں۔ وہ لوگ مساجد کے بنانے کو بیکار تصور کرتے ہیں۔ آج بھی ان لوگوں کی زندگی غیر مسلموں کے ساتھ ربط وضبط میں گذر رہی ہے۔ ہندو مسلمان، عیسائی ایک دوسرے کے تہوار اور عیدوں میں شریک رہتے ہیں۔ مسلمان ہولی کھیلتے ہیں اور دیوالی مناتے ہیں۔ کرسمس مناتے ہیں اور ہندو لوگ مسلمانوں کے ساتھ عید الفطر مناتے ہیں۔ ان کے نزدیک شعائر اسلام کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر گھر میں تصاویر ایک مکہ مدینہ کی ایک کسی مندر کی اور تیسری حضرت عیسیٰؑ ان کی زندگی کو قریب سے دیکھا جائے تو انسان کے نام حیوان کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ انہوں نے حلال وحرام کو گڈمڈ کردیا ہے اور آخرت کا حساب وکتاب، عذاب قبر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا ان کے یہاں تصور نہیں ہے۔

تبلیغی جماعت کا کام کرنے والوں کو وہاں جانا چاہئے اور وہاں پورا پورا سال لگانا چاہئے۔ لیکن آج ہر چیز کی روح گویا نکل گئی ہے۔ جماعت کا کام بھی بس ایک رسم بن گیا ہے۔ علماء کرام کی عزت وتوقیر ان کے یہاں نہیں ہے مدارس کا قیام ان کے یہاں عبث ہے۔ میں بنگلور میں دیکھ رہا ہوں کہ جماعت کے ساتھ نماز تو واقعی پابندی سے پڑھتے ہیں باقی دین اور دیگر معاملات میں یہ غیروں سے زیادہ قریب

ہیں۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے منشاء اور اصول سے ہٹ کر کام کر رہے ہیں۔اگر کوئی جماعت کے کسی آدمی کو برا کہدے تو سب کے سب چڑھ دوڑتے ہیں اپنی خامیوں اور خرابیوں پر نظر نہیں ہے۔اہل خاندان کے حقوق پامال ہیں، بیوی بچوں کے نان ونفقہ سے بیزار ہیں۔

میں سوال کرتا ہوں کہ مسلمان کب اللہ کی راہ میں نہیں ہے؟ مسلمان کا کونسا عمل اللہ کی منشا اور مرضی کے خلاف ہے؟ مسلمان کا کون سا عمل دین نہیں ہے؟ مسلمان کا کونسا عمل اللہ کو راضی کرنے والا نہیں ہے؟ میں اپنے متعلقین کو کہتا ہوں جاؤ خوب جماعت میں جاؤ لیکن اپنے اہل خاندان اور گھر والوں کو بے یار و مددگار نہ چھوڑ کر جاؤ۔ان کو عزت کی زندگی کا حق اسلام نے دیا ہے۔ان کے اخراجات خاندان کے ذمہ دار افراد پر عائد ہیں۔اتنا کماؤ کہ اپنے اہل وعیال کو دیکر جاؤ اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہ پڑے۔

میں نے لائرپالیہ بنگلور کے علاقہ میں کئی ساتھیوں کو دیکھا کہ جو امام یا خطیب جماعت میں نہیں جاتا اس کی مخالفت کرکے مسجد سے نکلنے پر مجبور کردیتے ہیں، دراصل تبلیغی جماعت کے کام کیلئے حضرت مولانا الیاسؒ کی تعلیمات اور اصول مدنظر رہنے چاہئیں، حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ سے کسی نے شکایت کی تھی کہ حضرت جماعت والے چور ہیں۔

تو حضرت جی نے فرمایا۔نہ بھائی نہ ایسا نہ کہو بلکہ یہ کہو جماعت میں چور گھس گئے ہیں، مطلب یہ کہ آج بھی جو لوگ جماعت کے کام میں اخلاص سے لگے ہوئے ہیں ان کی حیثیت اور شخصیت ہی الگ ہے اور کچھ لوگ نام کے لئے اپنے آپ کو دین دار ثابت کرنے کے لئے جماعت میں لگ گئے ہیں، حالانکہ ان کو حلال

وحرام کی تمیز نہیں، معاملات کی درستگی نہیں ایسے لوگ جماعت کی بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں۔اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

بہر حال آج جہاں بہت سے نکتے ابھرے اور اٹھے ہوئے ہیں وہاں مسالک کے فتنے بھی کم نہیں ہیں۔دیوبندی، بریلوی، جماعت اسلامی، اہل حدیث، سلفی، جماعت المسلمین۔امام صاحبان اور خطیب حضرات کو چاہئے کہ کسی پر تنقید کئے بغیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کریں، قرآن وسنت کے دائرے میں رہ کر خطاب کریں اور مسالک والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مسالک کو اپنی ذات یا اپنے گھر تک محدود رکھیں۔ ہمارے حضرت حاذق الامتؒ فرمایا کرتے تھے اپنا مسلک چھوڑو مت اور دوسرے کا مسلک چھیڑو مت۔دوسرے کے مسلک میں خامی نکالنا اور عیب نکالنا گویا اس بات کی دعوت دینا ہے کہ دوسرے لوگ ہمارے مسلک میں خامیاں نکالیں گے اور ہم ذریعہ بنے اس کا کہ انہوں نے ہمارے مسلک میں خامیاں نکالیں۔اگر ہم ان کے مسلک اور نظریات کا احترام کرتے تو وہ بھی ہمارے مسلک اور نظریات کا احترام کرتے، اس لئے اس قسم کی خرافات سے بچا جائے، بسا اوقات مسالک کے معاملات میں مساجد فساد اور لڑائی کا مرکز بن جاتی ہیں اور نوبت عدالت تک پہنچتی ہے اور کبھی کبھی مسجد غیر آباد بھی ہو جاتی ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں نمازی بنائے اور مساجد کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آپسی جھگڑوں خصوصاً مسالک کے جھگڑوں سے حفاظت فرما کر اپنی خوشنودی والے کام میں لگنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

غزوۂ تبوک کے موقع پر

تین صحابیوںؓ کی آزمائش اوراصلاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ”اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ“ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے مسلمانوں کی جانوں اوران کے مالوں کو جنت کے بدلے میں۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

بزرگانِ محترم ،نوجوانانِ اسلام اور پردہ نشین خواتین وعزیز طلباء! آج میں آپ کے سامنے غزوہ تبوک کے موقع پر تین صحابہ کرامؓ کے اس عظیم واقعہ کا ذکر کررہا

ہوں جو حقیقت میں سننے ،سنانے کے قابل تو ہے ہی لیکن اس میں آج کے مسلمان کے لئے عظیم عبرتوں کا سامان ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین جانثارِ رسول اور دین پر فدا ہونے والے تھے،ان کی جان ہمیشہ ہتھیلی پر رکھی رہتی تھی ،کبھی انہوں نے اپنے مال اور جان کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا،اوراللہ تعالیٰ نے بشارت دی قرآن مجید میں، میں نے آپ کے سامنے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

ایک بار کئی دن کے فاقے کے بعد حضوراکرم ﷺ کو کھانا میسر آیا،آپ نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس میں شریک فرمایا اور دوروٹی پر سالن رکھ کرفرمایا یہ فاطمہ کو پہونچادو وہ بھی کئی دن سے فاقہ سے ہے پھر صحابہ سے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے کھلایا پلایا اور آرام سے رکھا اور فرمایا یہ جو تم نے کھایا ہے اوراس کے اوپر ٹھنڈا پانی پیا ہے اس کا بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب ہوگا۔صحابہ کرام سن کر رونے لگے۔یارسول اللہ ﷺ ہماری جانیں ہروقت اللہ کی راہ میں مجاہدہ کررہی ہیں اورکئی کئی دنوں کے بعد جو کھانے کو ملتا ہے اور ٹھنڈا پانی پیتے ہیں اس کا بھی حساب ہوگا؟ ارشاد فرمایاہاں!اس کا بھی حساب ہوگا۔

آج ہم لوگ ادنیٰ سی تکالیف سہنے سے قاصر

صحابہ کرام نے مصائب وآلام کی جو تاریخ رقم کی ہے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو راضی رکھنے کیلئے جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں آج کوئی عالم، پیر،شیخ، بڑے سے بڑا مجاہد اللہ کی راہ میں لڑنے والا ایسے مصائب نہیں جھیل سکتا۔ان کے لئے جان دینا آسان تھا لیکن حضوراکرم ﷺ کے روئے انور کی ذراسی بے رخی

برداشت نہیں تھی، وہ اپنی جانوں کا نذرانہ دینے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ ہنستے ہنستے قربان ہوجاتے لیکن ان کی آخری خواہش ہوتی کہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل ہوجائے۔

آج ہم لوگ ذرا ذرا سی بات پر دین میں کیڑے نکالتے ہیں، علماء کو برا کہتے ہیں، اکابر اور مشائخ کو بدنام کرتے یں، قرآن وسنت کا جنازہ نکالتے ہیں، کوئی معمولی سا کام دین واسلام کا کردیا تو امید کرتے ہیں بلکہ مستحق سمجھتے ہیں کہ ہماری تعریف کی جائے، گن گائے جائیں، واہ صاحب کیا کام کیا، حالانکہ مخلصین کا قول ہے کہ ''نیکی کر کنوئیں میں ڈال''، یعنی نیکی کر کے بھول جا، اس کو یاد مت کر، ہاں گناہ چھوٹا سا بھی ہوجائے، تو اس کو بار بار یاد کر کے ندامت محسوس کرے آنسو بہائے۔ گڑ گڑائے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اے اللہ یہ آخری گناہ تھا آخری خطا تھی اب اس کے بعد دوبارہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں۔ آیئے اب میں آپ کو اس اہم واقعہ کی طرف لے کر چلتا ہوں جس میں صحابہؓ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے صحابہ چونکہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا کامل نمونہ تھے۔ وہ پہاڑوں سے اور طوفانوں سے ٹکرانا آسان سمجھتے تھے لیکن دین پر کوئی آنچ آجائے اس کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔

تبوک کا عبرت انگیز واقعہ

تبوک کا واقعہ جو باقاعدہ کسی جنگ کے بغیر انجام پایا، متعدد قسم کے حالات اور خصوصیات کا حامل رہا، ایک تو یہ کہ بڑی سخت گرمی کے موسم میں پیش آیا، جس میں شہر کے باغات کے خوشگوار موسم اور گھروں کے آرام سے نکل کر خشک اور گرم صحراؤں سے گذرنا تھا اور مدینہ منورہ کے باغات کے پھلنے کا وقت بھی یہی تھا، ایک طرف ان

کی دیکھ بھال اور سب چھوڑ کر طویل فاصلہ کی مہم پر جانا بڑے ایمان کی بات تھی، وہ لوگ جو اپنے کو ظاہراً مسلمان پیش کرتے تھے اور اپنے کفر کو چھپاتے تھے، ان کا نفاق اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس وقت کھلے طور پر ظاہر فرمادیا کہ انہوں نے مختلف بہانے کر کے ساتھ جانے سے اپنے کو بچالیا، چنانچہ قرآن مجید میں اس موقع کے سلسلہ میں جب آیات نازل ہوئیں تو ان کی کھلی مذمت کی گئی، ان کے ساتھ ساتھ چند افراد ایسے بھی تھے کہ جو منافق تو نہ تھے، لیکن بعض موانع کی وجہ سے بلا کسی برے ارادہ کے جانے سے رہ گئے تھے، ان کا امتحان دوسرے طریقہ سے ہوا، یعنی شہر کے اندر ان کے بائی کاٹ کا حکم دیا گیا اور وہ لوگ پورے چالیس روز اپنے ساتھیوں، عزیزوں وغیرہ سے رابطہ وتعلق اور اہل خانہ سے محروم رہے اور اس درمیان میں ان کو بتایا بھی نہیں گیا کہ یہ بائیکاٹ کب تک کے لئے ہے، چنانچہ وہ نفسیاتی کرب میں بھی رہے۔

دراصل حضور ﷺ اپنے صحابہ کو ان کے ایمان ویقین کو مضبوط کرنے کیلئے اس طرح کے امتحانات سے گزارتے تھے، ان سے گزر جانے والا اس خالص سونے کی طرح نکھر جاتا ہے جو کہ بھٹی میں سے گزر کر خالص بنتا ہے، اس طرح کا واقعہ حضرت کعب بن مالکؓ کی ہی زبان سے سنئے:۔

عبداللہ بن کعبؓ کا واقعہ

''حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ سے روایت ہے (جب کعب بن مالک نابینا ہوگئے تو یہی بیٹے ان کے ساتھ چلتے تھے) کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا ہے، وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جانے کا قصہ یوں بیان کرتے تھے کہ میں کسی غزوہ میں کبھی بھی غیر حاضر نہیں رہا سوائے غزوۂ تبوک اور غزوہ بدر کے، آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کی عدم شرکت پر کسی پر عتاب نہیں فرمایا تھا، کیونکہ بات

یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے شام سے آنے والے قافلہ (کی رکاوٹ کرنے) کے ارادہ سے نکلے تھے (وہ قافلہ تو آپ کے پہونچنے سے قبل آگے نکل گیا لیکن اس بہانہ) اللہ تعالیٰ نے ان کو اوران کے اصل دشمنوں کو بغیر کسی وقت مقررہ کے جمع کر دیا (اس لئے اس میں متعدد مسلمان شرکت نہ کر سکے کیونکہ اس موقع پر با قاعدہ جنگ کا منصوبہ نہ تھا) البتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ واقعہ منیٰ میں بوقت حج شریک ہوا تھا جب کہ ہم نے اسلام پر عہد کیا تھا اور میں عقبہ کی اس شرکت پر بدر کی شرکت کو ترجیح نہیں دیتا، اگر چہ بدر لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔

میں فارغ البال تھا

میرا قصہ یہ ہے کہ میں جب غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہا، اس وقت مجھ میں قوت بھی تھی اور فراغت بھی، خدا کی قسم میرے پاس اکٹھے دو اونٹ کبھی بھی نہیں ہوئے تھے، لیکن اس غزوہ میں میرے پاس ایک چھوڑ دو دو سواریاں تھیں اور رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تھے تو کسی اور سمت کے متعلق دریافت فرماتے تھے لوگ سمجھتے تھے کہ آپ کو اسی کی طرف جانا ہے، دفعۃً آپ ﷺ دوسری طرف کا رخ فرما لیتے، لیکن (اس موقع پر اپنی اختیار کردہ سمت) کو ظاہر کر دیا (کہ تبوک جانا ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس غزوہ کی تیاری سخت گرمی میں کی، دور کا سفر تھا، خشک و سخت مسافت تھی اور دشمنوں کی بڑی تعداد کا مقابلہ، اس لئے اس مہم کا اظہار کر دیا تھا اور ان کو اس سمت کی خبر دے دی تھی تا کہ پورے طور پر تیاری کر لیں، اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت ہو چکی تھی اور ان کی کوئی فہرست نہ تھی اگر آدمی چھپنا چاہتا تو چھپ جاتا اور کسی کو گمان بھی نہ ہوتا جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نہ نازل ہوتی۔

سستی اور کاہلی چھائی رہی

آپ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا جب کھجور کی فصل پک گئی تھی اور سایہ بڑا خوشگوار ہو گیا تھا اور مجھے اس میں بڑا مزا آتا تھا، رسول ﷺ نے اور مسلمانوں نے سامان سفر شروع کر دیا، میں ہر روز صبح کو اسی ارادہ سے آتا کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جانے کی تیاری کروں، لیکن یونہی پلٹ جاتا اور کوئی فیصلہ نہ کر پاتا تھا، میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ جلدی کیا ہے، جب بھی ارادہ کروں گا چلا جاؤں گا کیونکہ مجھ میں اس کی استطاعت ہے، لیکن برابر میرا یہی (لیت ولعل) رہا، یہاں تک کہ سفر کی ہماہمی اور سرگرمی پوری ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمان بالآخر روانہ ہو گئے، اس وقت تک میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکا، صبح کو آتا اور کچھ انتظام کئے بغیر پلٹ جاتا، روزانہ یہی کیفیت رہتی، یہاں تک کہ حضور ﷺ اور مجاہدین بہت آگے چلے گئے اور میرے لئے جہاد میں شرکت کا وقت نکل گیا، پھر بھی میں نے ارادہ کیا کہ اب بھی چلا جاؤں اور آپ ﷺ کو پالوں، کاش! میں یہی کرتا، لیکن یہ بھی نہ کیا، رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد جب میں گھر سے باہر نکلتا تھا تو مجھے رنج ہوتا تھا کہ اس معاملہ میں میرے شریک حال وہی لوگ تھے جو منافق تھے یا معذور، اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے اثناء سفر میں یاد نہیں فرمایا، تبوک پہنچ کر آپ ﷺ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کعب بن مالک کو کیا ہوا، بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کی اپنی (خوشنما) چادر اور جھک جھک کر اس کے کناروں کو دیکھنے نے اس کی فرصت ہی کہاں دی کہ وہ ہمارے ساتھ آتے، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''بری بات تم نے کہی، اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ ان میں سوائے بھلائی کے ہم کچھ نہیں پاتے، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ اسی حال میں تھے کہ ایک سفید پوش آدمی گرد اڑاتا ہوا

آ رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا ابوخیثمہ! تو وہ ابوخیثمہ ہی تھے، یہ وہی تھے جنہوں نے ایک صاع کھجوروں کا صدقہ کیا تو ان پر منافقین نے طنز کیا تھا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھے خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے پلٹنے والے ہیں تو مجھے فکر شروع ہوگئی اور میں اپنے دل ہی دل میں ترکیبیں سوچنے لگا اور میں اصلاً یہ سوچتا تھا کہ میں کل آپ ﷺ کی ناراضی سے کیسے بچوں گا؟ میں اپنے گھر والوں میں ہر صاحب رائے سے اس بارے میں مدد چاہتا، جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو میرا سب سوچا ہوا ذہن سے نکل گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ میں جھوٹی بات بتا کر نجات نہ پاؤں گا، لہٰذا میں نے سچ بولنے کی ٹھان لی۔

حضور ﷺ سے سچ کہہ دیا

رسول اللہ ﷺ صبح صبح تشریف لائے، آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی سفر سے پلٹتے تھے تو پہلے مسجد میں آتے تھے، اس میں دو رکعتیں پڑھ کر پھر لوگوں کے پاس بیٹھتے تھے جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو پیچھے رہ جانے والے آ آ کر آپ ﷺ سے عذر کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، وہ کچھ اوپر اسّی (۸۰) آدمی تھے آپ ﷺ نے ان کے ظاہری دعوے قبول کئے، ان سے بیعت لی، ان کے لئے بخشش کی دعا کی اور ان کے دلی بھیدوں کو اللہ کے سپرد کیا، پھر میں آیا، جب میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ غصہ کے انداز میں مسکرائے اور فرمایا آؤ، میں آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کس سبب سے تم شریک نہیں ہوسکے، کیا تمہارے پاس سواری نہ تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اگر میں کسی دنیا والے کے پاس بیٹھا ہوتا تو اس کی ناراضگی سے عذر کر کے نکل جاتا

اس لئے کہ مجھ میں عمدہ طریقہ سے بات کرنے کا سلیقہ ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج میں آپ ﷺ سے جھوٹ بات کہہ دوں گا تو آپ ﷺ راضی ہوجائیں گے مگر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کردے اور اگر میں آپ سے سچی بات کہہ دوں تو آپ ناراض تو ضرور ہوں گے لیکن میں اس میں اللہ عزوجل کے انعام کی امید رکھتا ہوں، سچی بات یہ ہے کہ میرے لئے کوئی عذر نہیں تھا، واللہ میں کبھی اتنا فارغ البال نہیں تھا جتنا کہ اس موقع پر تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے تو سچی بات کہہ دی، جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کرے۔

مزید دو صحابی نمونۂ عمل تھے

میں اٹھا اور میرے ساتھ ہی بنی سلمہ کے کچھ لوگ بھی اٹھ کر آئے اور کہنے لگے، ہم کو معلوم نہیں کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو، تم (اس موقع پر کیسے) عاجز ہوگئے اور کوئی عذر نہ کرسکے، جیسے دوسرے عذرخواہوں نے عذر پیش کئے، اگر تم بھی کوئی عذر کردیتے تو رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لئے بخشش چاہنا تمہارے گناہ کی معافی کے لئے کافی ہوجاتا۔

اسی طرح وہ برابر ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹ جاؤں اور جھوٹ بول دوں، پھر میں نے ان سے کہا: کیا میری طرح کوئی اور بھی ہے؟ بولے ہاں دو آدمی ہیں، انہوں نے بھی وہی کہا جو تم نے کہا اور ان سے بھی وہی کہا گیا جو تم سے کہا گیا، میں نے کہا وہ کون ہیں؟ بولے ایک تو مرارہ بن ربیعؓ ہیں اور دوسرے ہلال بن امیہؓ ہیں، جب میں نے ان دونوں کا ذکر سنا تو گھر چلا آیا، کیونکہ انہوں نے ایسے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا جو بدر میں شریک تھے، وہ دونوں میرے لئے اچھا نمونہ تھے۔

امتحان شروع ہوگیا

اب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے تو لوگ کنارہ کش ہوگئے اور ایسا رخ بدلا گویا کبھی جان پہچان تھی ہی نہیں، یہاں تک کہ میرا دل تنگ ہوگیا اور زمین وہ زمین ہی معلوم نہیں ہوتی تھی جس کو میں پہچانتا تھا، اس حالت میں ہم پر پچاس راتیں گزر گئیں، میرے دونوں ساتھی تو اپنے گھروں میں تھک کر بیٹھ گئے اور روتے رہے، لیکن میں جوان آدمی تھا، نکلتا تھا، نماز میں شریک ہوتا تھا، بازاروں میں پھرتا تھا، لیکن مجھسے کوئی بات نہ کرتا تھا، میں مسجد میں آتا تھا، نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ جب اپنی مجلس میں تشریف رکھتے میں سلام کرتا اور ان کو دیکھ کر دل میں کہتا کیا آپ ﷺ کے ہونٹوں کو جواب دینے میں حرکت ہوئی؟ پھر میں آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھتا اور چھپی نظر سے آپ ﷺ کو دیکھتا، جب نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ مجھ کو دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ مجھ سے بے رخی کرتے۔

غسان کے باشاہ کا خط

مسلمانوں کی بے رخی کو مدت ہوگئی تھی، ایک دن میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف گیا وہ میرے چچازاد بھائی ہوتے تھے اور مجھے بہت محبوب تھے، میں ان کے باغ کی دیوار پھاند کر اندر پہنچا اور ان کو سلام کیا، واللہ انہوں نے میرے سلام کا جواب تک نہ دیا، میں نے کہا: اے قتادہؓ! میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے؟ وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ قسم دی مگر وہ خاموش رہے، پھر میں نے ان کو قسم دی، انہوں نے کہا

اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، اس وقت میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں چلا آیا۔

میں مدینہ کے بازار میں پھر رہا تھا کہ ایک نبطی شام کے نبطیوں میں سے تجارت کا غلہ لے کر آیا، کہتا تھا کہ کوئی شخص مجھے کعب بن مالکؓ کا پتہ دے سکتا ہے؟ لوگ میری طرف اشارہ کرنے لگے، وہ میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا، میں نے اس کو پڑھا، اس میں لکھا تھا "مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے آقا تم سے ناراض ہیں، تم ذلت و ناقدری کی جگہ رہنے پر مجبور نہیں ہو، تم ہمارے پاس آؤ، ہم تمہاری غمخواری کریں گے" جب میں اس کو پڑھ چکا تو میرے رنج کی کوئی حد نہ رہی، میں نے کہا یہ اور بڑی مصیبت ہے اور میں نے اس خط کو تنور میں جھونک دیا۔

امتحان مزید سخت کر دیا گیا

اسی حالت پر چالیس راتیں گزریں، وحی عرصہ سے نہیں آئی تھی، ناگاہ رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ، اور ان کے قریب نہ جاؤ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کو حکم پہنچا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا فیصلہ نہ کرے۔

ہلال بن امیہؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ ابن امیہ بوڑھے ہیں اور کوئی خادم نہیں، کیا آپ ﷺ ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ تم سے قریب نہ ہوں، انہوں نے کہا: خدا کی قسم ان میں کوئی حس و حرکت نہیں، جب سے یہ قصہ ہوا ہے وہ برابر روتے ہی رہتے ہیں۔

مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا تم بھی رسول ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کرو جیسے ہلال بن امیہؓ کی بیوی نے اپنے شوہر کی خدمت کی اجازت لی ہے، میں نے کہا کہ میں اجازت نہ مانگوں گا، اس لئے کہ میں جوان آدمی ہوں۔

اسی حالت پر ہم نے مزید دس راتیں گزاریں، وہ پوری پچاس راتیں ہوگئیں، میں نے پچاسویں رات کی صبح کو اپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھی، میں اسی حالت میں بیٹھا تھا جس کا نقشہ اللہ نے کھینچا ہے، مجھ پر میرا دل تنگ ہوگیا تھا اور زمین وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی تھی کہ میں نے کوہ سلع سے ایک پکار سنی، کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا ''اے کعب بن مالک تم کو بشارت ہو'' یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور میں نے سمجھ لیا کہ مسرت کی گھڑی آگئی۔

توبہ کی قبولیت کا اعلان

صبح کی نماز پڑھ کر رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کی طرف سے ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کیا، لوگ ہم کو بشارت دینے لگے اور کچھ لوگ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بشارت دینے کے لئے چلے گئے، ایک گھوڑ سوار دوڑتا ہوا آیا اور قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی پیدل آیا اور پہاڑ پر چڑھا، اس کی آواز گھوڑے سے بھی زیادہ تیز تھی، جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ کو بشارت سنانے لگا تو (خوشی میں) میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو پہنا دیئے، واللہ میں اس وقت ان ہی دو کپڑوں کا مالک تھا، پھر میں نے دو کپڑے مستعار لئے اور ان کو پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے ارادہ سے چلا، لوگ مجھ سے جوق درجوق ملتے تھے اور توبہ کی مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے توبہ کی قبولیت مبارک ہو، یہاں تک کہ میں مسجد میں آیا، رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع تھے، طلحہؓ بن عبید اللہ مجھ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے

اور بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی، واللہ مہاجرین میں ان کے سوا کوئی نہیں کھڑا ہوا، میں طلحہؓ کا یہ احسان نہیں بھول سکتا، جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا) ''زندگی کا مبارک ترین دن تم کو مبارک ہو'' میں نے کہا یہ آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، فرمایا: نہیں، بلکہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

جب آپ ﷺ خوش ہوتے تھے تو آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک ایسا چمکتا تھا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے، ہم اس کیفیت کو پہچانتے تھے، میں جب آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ میں اس خوشی میں اپنا مال صدقہ کے طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے چھوڑتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کچھ مال اپنے لئے روک لو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے کہا خیبر کا حصہ میں نے اپنے لئے رکھ چھوڑا ہے اور میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سچائی کے سبب نجات دی ہے، اب میری توبہ کا یہ نتیجہ ہونا چاہئے کہ جب تک زندہ رہوں سچ ہی بولوں اور اللہ کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سچ سچ کہہ دیا، آج کے دن تک جھوٹ بولنے کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور میرے علم میں سچ بولنے میں کسی پر اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل نہیں کیا جیسا مجھ پر فرمایا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اللہ تعالیٰ میری حفاظت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی دین پر قربان ہونے اور اپنی جان اور مال نچھاور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کیسا ہی سخت معاملہ درپیش ہو، ہمیشہ سچ بولنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

جود وسخا کی عظیم مثالیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ”وَاِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ“ ● صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اور یہ کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، نوازتا ہے اسے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہیں، (الحدید)

عالم ہے فقط مومنِ جاں باز کی میراث مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اور پردہ نشین خواتین وعزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے فیاضی، سخاوت، رحم وکرم، فضل احسان اور جودو رحمت اور جس بندے میں یہ صفات ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دیار میں سخی کا خاص مقام ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے شیطان سے دریافت فرمایا تھا کہ تیرا دشمن کون ہے اور دوست کون؟ تو ابلیس نے کہا: کنجوس یعنی بخیل عابد میرا دوست ہے اور سخی نافرمان میرا دشمن ہے۔ کیوں کہ عابد کی بخالت کی وجہ سے مغفرت نہیں اور سخی نافرمان کی سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما سکتے ہیں۔

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ کنجوسی اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ یعنی جب دل میں ایمان داخل ہوجاتا ہے تو بخالت قلب سے نکل جاتی ہے، سخاوت اور فیاضی ایمان کی بڑی علامتوں میں سے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی کے آخری ایام میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے، اور آپ دن رات صبح وشام ہر آنے والے کی ضرورت پوری فرماتے۔ کسی کو درہم، کسی کو دینار، کسی کو کپڑا، کسی کو اونٹنی، بکری، گائے اور دیگر ضروری اشیاجات عطا فرماتے۔ ایک موقع پر ایک بدو نے آپ کی جادر مبارک اپنی طرف کھینچ لی اور ضرورت سے زیادہ طلب کیا۔ آپ ﷺ کو ناگوار گزرا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ میرے پاس جو بھی آتا ہے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ میں تمہیں اس میں سے ضرور دوں گا، محروم نہیں کروں گا۔ میری چادر تو چھوڑ دو۔

سخاوت کی جو عظیم مثالیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور صحابیات میں ملتی ہیں یا بعد کے تابعین اور دیگر مسلمانوں میں ملتی ہیں وہ سب حضور ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی صحبت خاص کا فیضان ہے کہ آپ نے دنیا کو بتا دیا کہ مسلمان مال سے محبت نہیں کرتا۔ مال تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والی چیز ہے، جمع کرکے رکھنے والی چیز نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی مجلس کا فیضان

حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں شریک ہونے کے بعد انسان کا دل سخاوت، شجاعت اور فیاضی سے پر ہو جاتا تھا اور ایثار و قربانی کا عظیم درجہ آپ ﷺ کی صحبت خاص سے حاصل ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صحابہ جو اسلام سے پہلے دنیوی اعتبار سے کنگال تھے اللہ تعالیٰ نے جب ان کو غنی کر دیا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دنیا کو لٹایا اور ان میں سے اکثر رو کر یہ کہتے تھے کہ الٰہی ایسا تو نہیں کہ آپ ہمیں دنیا ہی میں دے کر رخصت فرما دیں اور آخرت میں محروم رہ جائیں۔ اے اللہ! آخرت میں اپنے فضل و کرم اور اپنی نعمتوں سے محروم نہ کرنا۔

ایک ہی گھر میں علم سخاوت اور حسن و جمال

رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس کے ایک صاحبزادے حضرت عبید اللہ ہیں جن کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عمر میں ایک سال چھوٹے تھے، آپ کا پیشہ تجارت تھا، مال کماتے تھے اور اللہ کی راہ میں لٹاتے تھے، آپ کی سخاوت و فیاضی بہت مشہور تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں یمن کا حاکم مقرر کیا تھا اور چھتیس ہجری میں امیر حج کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں آپ نے وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کی سخاوت کے بہت سے واقعات کتب تاریخ میں نقل کئے گئے ہیں۔

امام مغازی علامہ واقدی اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ میں یہ بات مشہور تھی جسے علم، سخاوت اور حسن و جمال تینوں دیکھنا ہے وہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے گھر چلا جائے کیوں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے

زیادہ علم والے تھے اور حضرت عبید اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (تاریخ دمشق)

دین اور دنیا ملنے والا گھر

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور لوگ آ آ کر ان سے سوالات کر رہے ہیں وہ ان کے جوابات دے رہے ہیں اور گھر کی دوسری جانب میں حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو ہر آنے والے کو کھانا کھلا رہے ہیں، گھر کا یہ منظر دیکھ کر وہ اعرابی کہنے لگا کہ جسے دنیا و آخرت دونوں چاہئے وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو لازم پکڑ لے، وہاں ایک آدمی لوگوں کو فتوے دے رہا ہے اور علم و فقہ سکھا رہا ہے تو دوسرا کھانا کھلا رہا ہے۔ (تاریخ دمشق)

ایک اونٹ روزانہ ذبح کرتے

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی عادت یہ تھی کہ روزانہ ایک اونٹ ذبح کراتے اور لوگوں کو کھلاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کی کہ تم روزانہ ایک اونٹ ذبح کر ڈالتے ہو؟ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بھائی جان! اونٹ بہت ہیں اور اب بخدا میں روزانہ دو اونٹ ذبح کیا کروں گا۔ (تاریخ دمشق)

سخاوت کا تیز دھارا

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی انتہائی سخاوت کی وجہ سے ''دریائے فرات کا تیز دھارا'' کہا جاتا تھا، آپ روزانہ کھانا کھلایا کرتے تھے اور صبح اونٹ ذبح کراتے تھے، آپ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ بیٹے! تم صبح کا کھانا کھلاتے ہو اور شام کا کھانا نہیں کھلاتے کیا بات ہے؟ جس طرح تم صبح کا کھانا

کھلاتے ہو اسی طرح شام کا کھانا بھی کھلایا کرو۔ چنانچہ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ تم صبح اور شام دونوں وقت اونٹ ذبح کیا کرو۔

بازار میں اونٹ کے ذبح کرنے کی جو جگہ تھی وہاں آپ برابر اونٹ ذبح کراتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے جس کی وجہ سے وہ مذبح آپ ہی کی طرف منسوب ہوکر ''مذبح ابن عباسؓ'' مشہور ہوگیا۔ (تاریخ دمشق)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی استقامت

خاندان بنو ہاشم میں عبداللہ بن جعفر، حسن بن علی اور عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے زمانے کے مشہور سخی اور فیاض لوگوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بات چل پڑی کہ ان تینوں میں سے کون زیادہ سخی ہے؟ چنانچہ کہنے والے نے کہا کہ ہم نے کثیر مال دینے میں حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے بڑھ کر قلیل و کثیر مال کو دینے والا کسی کو نہیں دیکھا اور حضرت عبید اللہؓ کے مکانات سے جس گھڑی بھی ہمارا گزر ہوا ہم نے وہاں تر روزی پائی ہے۔ حضرت عبید اللہؓ روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے تھے جس کی وجہ سے اونٹوں کی کمی ہوگئی اور ان کی قیمت بڑھ کر پندرہ سے بیس دینار تک جا پہنچی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور آپ کو ملامت کی اور کہا کہ اس کا تو مال باقی ہی نہیں رہ سکتا ہے۔ تو حضرت عبید اللہؓ نے کہا کہ میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

ناگواری کو خوش گواری میں بدل دیا

بعض لوگ حضرت عبید اللہ کو تنگ کرتے اور آپ کی نیک نامی اور شہرت کو داغدار کرنے کی بھی کوشش کرتے۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس طرح ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص نے حضرت عبید اللہ بن عباسؓ

کو تنگ اور پریشان کرنے کے ارادہ سے مدینہ منورہ کے معزز اور شریف لوگوں کے پاس جا کر کہا کہ حضرت عبید اللہؓ بن عباس نے آج دوپہر آپ لوگوں کو کھانے پر بلایا ہے چنانچہ جب کھانے کا وقت ہوا تو مدینہ کے معزز لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ حضرت عبید اللہؓ کے گھر میں جمع ہوگئی اور آپ کا گھر لوگوں سے بھر گیا، حضرت عبید اللہ خالی الذہن تھے انہیں لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ کا کچھ علم نہ تھا اس لئے پوچھا کہ کیا بات ہے، آج اس وقت لوگ یہاں اس قدر بھیڑ کیوں لگا رہے ہیں؟

تو کسی نے بتایا کہ آپ کا قاصد ان حضرات کے پاس پہونچا تھا اور یہ کہہ کر آیا ہے کہ آج دوپہر کا کھانا آپ کے یہاں کھانا ہے۔ حضرت عبید اللہؓ سمجھ گئے کہ یہ میرے کسی کرم فرما کی عنایت ہے، فوراً حکم دیا کہ گھر کا دروازہ بند کر دیا جائے (تا کہ کوئی واپس نہ جا سکے) اور آدمیوں کو بازار بھیج کر نوع بنوع کے پھل فروٹ اور شہد وغیرہ منگا کر لوگوں اس میں مشغول رکھا اور دوسری طرف کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ قسم قسم کے کھانے پکنے لگے، گوشت بھونا جانے لگا، لوگ پھلوں کے کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ان کے سامنے کھانا تیار ہوکر آ گیا اور لوگوں نے خوب شکم سیر ہوکر کھایا اور اپنے گھروں کو واپس ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عبید اللہؓ گھر والوں اور خدام سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ کیا یہ چیزیں جب بھی میں چاہوں مل جایا کریں گی؟ ان لوگوں نے کہا ہاں مل جائیں گی! حضرت عبید اللہؓ نے اطمینان کا سانس لیا اور کہا کہ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، جب جس کا جی چاہے آئے۔

ہندوستان میں ایسے سخی اور صاحب دل ہوئے ہیں

ایک فیاض شخص تھے جن کا نام مظفر تھا اور رہتے بھی مظفر نگر میں تھے، پورا نام تھا ''نواب مظفر علی خاں'' مظفر نگر، آج کل تو ہندوستان میں یوپی کا ایک ضلع ہے،

ان بھلے وقت میں نواب صاحب کی جاگیر ہوگی، نواب صاحب کو تعمیرات کا شوق تھا اسی شوق برابری کے لئے اپنے وسیع وعریض باغ میں بیچوں بیچ ایک بنگلہ بنوایا، خرچ کھوب کیا اور نگرانی بھی خود کی، بن کر تیار ہوا تو دیکھنے والوں نے کہا کہنے کو تو بنگلہ ہے مگر حقیقت میں ''محل'' ہے۔ واقعتاً تھا بھی ایسا ہی، لوگ دیکھتے اور دانتوں تلے انگلیاں دبا لیتے۔

غریب پر احسان

نواب صاحب کا ارادہ تھا کہ اس کا افتتاح بڑی شان وشوکت سے کریں، اسی ارادہ کے پیش نظر صفائیاں اور دھلائیاں وغیرہ ہو رہی تھیں، ریشمی پردے اور فرش فروش بچھائے جارہے تھے، آرائش وزیبائش کا کام آخری مراحل میں تھا کہ انہیں دنوں مظفر نگر کے ایک غریب آدمی کی بیٹی کی شادی طے پا گئی، لڑکے والوں نے کہا کہ ہم بارات میں سو آدمی لائیں گے، لڑکی والوں کو پریشانی تھی کہ بارات ٹھہرائیں گے کہاں؟ اس زمانہ میں میرج ہال تو تھے نہیں، غریب باپ اس سوچ اور فکر میں تھا کہ ایک خیر خواہ نے کہا بارات ٹھہرانے کی جگہ میں بتا دیتا ہوں، لیکن اگر............، غریب باپ نے حیران اور سوالیہ نگاہوں سے اپنے خیر خواہ اور پوچھا کہ لیکن اگر کیا؟ اگر تمہاری قسمت اچھی ہوا اور نواب مظفر خاں مان جائیں۔ مطلب یہ نواب صاحب نے جو نیا بنگلہ بنایا وہ بالکل خالی ہے انہوں نے ابھی اس میں رہائش تو اختیار نہیں کی، ایک دو دن تمہاری بیٹی کی بارات ٹھہر جائے تو کوئی مسئلہ نہیں، صفائیاں وغیرہ تو ویسے بھی ابھی ہو رہی ہیں، نواب صاحب رحم دل اور غریب پرور آدمی تھے، لڑکی کا باپ نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی لجاجت سے اپنی حاجت پیش کر دی۔

بنگلہ میں دے دوں گا مگر ایک شرط ہے؟ نواب صاحب نے منھ بنا کر کہا۔ سرکار! میں غریب مسکین آپ کی شرط کیا پوری کر سکتا ہوں، ویسے جو حکم دیں گے کرنے کی کوشش کروں۔ کریم بخش عرف کریمو نے ہاتھ جوڑ کر کہا تو نواب صاحب مسکرائے اور فرمایا: جتنے دن بارات ٹھہرے گی اس کے تین وقت کا کھانا بھی میری طرف سے ہوگا۔ کریم بخش کی آنکھوں میں احسان مندی سے آنسو بہنے لگے، اس نے پگڑی کے پلو سے آنسو پوچھتے ہوئے کہا کہ نواب صاحب! آپ نے مجھے خرید لیا ہے، ساری زندگی لٹا دوں تو آپ کے احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔

جود وسخا کا پیکر

نواب صاحب نے کہا: میاں کریمو اب میرے بنگلہ کا افتتاح تمہاری بیٹی کی بارات سے ہی ہوگا، یہ چابیاں لو، اور جہاں مزید صفائی کی ضرورت ہو خود ہی کر لینا، بارات دو دن بنگلہ میں ٹھہری اور زردے پلاؤ متنجن کی دیگیں پک پک کر آتی رہیں، رخصتی کے وقت عورتوں، بچوں سمیت ہر باراتی کو ایک ایک جوڑا بھی نواب صاحب کی طرف سے دیا گیا۔ بارات رخصت ہوئی تو کریم بخش احسان کے بوجھ کے تلے دبا شکر یہ احساس میں ڈبڈبائی آنکھوں سے نواب صاحب کی خدمت میں چابیاں واپس کرنے آیا، تو نواب صاحب نے چابیوں کا گچھہ لوٹاتے ہوئے کہا: میاں! یہ بنگلہ تو باغ سمیت ہم نے تمہاری بیٹی کو دے دیا، بلکہ اسی وقت دے دیا تھا جب تم بارات ٹھہرانے کی اجازت لینے آئے تھے۔

نواب لیاقت علی خاں کی عظیم مثال

یہ نواب مظفر علی خاں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں کے دادا تھے، لیاقت علی خاں جدی پشتی نواب اور پوتروں کے رئیس تھے، مگر اپنا سب

کچھ ہندوستان میں چھوڑ کر چلے گئے اور پھر پاکستان میں اپنی وزارت عظمیٰ سے نہ کوئی مالی فائدہ حاصل کیا اور نہ ہی ملکی اور قومی مفاد کے پیش نظر کوئی پلاٹ الاٹ کروایا، نہ سوئزر لینڈ کے بینکوں میں کوئی اکاونٹ کھولا، انہیں بھرے مجمع گولی مار کر شہید کر دیا گیا، تو آخری رسومات میں شریک لوگوں نے بتایا کہ قمیص کے نیچے پھٹی ہوئی بنیان تھی۔ یہ ۱۹۵۱ء کی بات ہے، انہیں دنوں عدالت عالیہ کے ایک معزز رکن جسٹس شہاب الدین اچھی شہرت کے حامل تھے، گورنر جنرل پاکستان غلام محمد نے ۱۹۵۴ء میں اسمبلیاں توڑ کر آئینی حکومت کا خاتمہ کر دیا تو پتا نہیں کس خوشی میں جسٹس شہاب الدین کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کر دیا، جسٹس صاحب غیور اور اصول پسند تھے اس لئے چھ ماہ کے بعد ہی مرکزی حکومت کے اس فیصلہ سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے عہدے سے استعفاء دے دیا۔

جب وہ گورنر ہاؤس رخصت ہونے لگے تو اپنے مطالعہ کے کمرے میں گئے اور اپنے قلم میں موجود روشنائی یہ کہہ کر دوات میں واپس انڈیل دیا کہ وہ سرکاری عہدہ چھوڑ چکے ہیں اب انہیں کسی سرکاری چیز کے استعمال کا حق نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت

حیرت انگیز واقعات میں حضرت شیخ الاسلام کے بہت سے واقعات درج کئے گئے، ان میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب باشرع، شیروانی اور ٹوپی پہنے دیوبند بس اڈے پر فروٹ کی ٹھیلی لگاتے تھے لیکن کھانا دونوں وقت پابندی سے حضرت شیخ الاسلام کے دسترخوان پر کھاتے۔ ایک بار حضرت نے محسوس کیا کہ شیروانی والے بڑے میاں کئی دنوں سے دسترخوان پر موجود نہیں ہیں، حضرت نے اپنے خادم حاجی سلیم سے پوچھا کہ وہ بڑے میاں کہاں ہیں، کیوں نہیں آرہے ہیں؟

تو سلیم صاحب نے کہا کہ حضرت میں نے ہی ان کو منع کر دیا ہے کہ تم کام اپنا کرتے ہو اچھا خاصا کماتے ہو اور کھانا یہاں کھاتے ہو، یہاں مت آیا کرو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو سخت ناراض ہوئے فرمایا: ان کے پاس جاؤ معافی مانگو، اگر وہ آنے پر راضی ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ آنا ورنہ تم کو یہاں آنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سلیم دوڑے دوڑے گئے اور بڑے میاں سے جا کر معافی مانگی اور بلا کر لائے، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے مہمان کو دسترخوان سے اٹھانے کا تم کو کس نے اختیار دیا ہے؟ اور بڑے میاں سے شفقت کا معاملہ فرمایا کہ بڑے میاں ہمیشہ آؤ یہ دسترخوان آپ ہی کا ہے۔

سبحان اللہ! ایسی عظیم مثالیں ہمارے سامنے ہیں، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں ہر اعتبار سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

مال داروں پر مزدور کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ترجمہ: بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرگذار ہے اور وہ اس پر خود گواہ ہے اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔ (العدیات)

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینے میں

بزرگان محترم نوجوان اسلام، اور عزیز طلباء! آج دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کو فوقیت حاصل ہے، وہ مزدوروں کے خون کو چوس کر طاقت ور بن رہے ہیں، بڑی بڑی ملیں، بڑی بڑی کمپنیاں اور فیکٹریاں چوبیس گھنٹے چل رہی ہیں، مالکان اپنے گھروں

میں آرام کررہے ہیں اور مزدور اپنی غربت کی چکی میں پس رہا ہے، مال داری یا غریبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن حق کو ادا کرنا انسان کے اختیار میں ہے، آج سرمایہ دار لوگ غریبوں کو چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر رکھ کر بڑے بڑے کام لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی روزی کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھی ہے۔ روزی عطا کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں لیکن اس کو عطا کرنے کے مختلف ذرائع اور بہانے ہیں، مالدار طبقہ کو یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمت اور دولت دی ہے یہ امانت ہے اگر ہم نے اس کا صحیح استعمال نہیں کیا اور لوگوں کے صحیح حقوق ادا نہیں کئے تو یہ نعمت اللہ تعالیٰ ہم سے واپس لے سکتے ہیں۔

بہت سے دولت مند غرور اور تکبر میں ڈوب جاتے ہیں اور غریبوں اور مزدوروں کو بے عزت کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بڑا بھیانک انتقام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام بندے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کی بے عزتی ہرگز پسند نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مزدور کی مزدوری (اجرت) اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو اور مزدور کو طعن و تشنیع نہ کرو، اس کی حقارت نہ کرو، اس کو کمتر نہ سمجھو، بےقوف کم عقل نہ جانو۔

مزدوروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم

مالدار کو حکم ہے کہ اپنے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا کر کھلائے بلکہ اپنے برتن اور اپنی رکابی میں کھلائے، مزدور کا دل رکھے، اس کو خوش کردے کہ اس کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مالدار جیسا پہنے اپنے نوکر کو بھی ویسا پہنائے اور اپنے عزیز واقارب اور رشتہ دار کی طرح ان کو تصور کرے۔ نوکر سے اگر کوئی غلطی

ہو جائے تو اس کو گالی گلوچ اور لعن طعن نہ کرے۔ کیوں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر چیز کو موت ہے۔ برتن کو بھی موت ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ برتن کو موت کیسے آتی ہے فرمایا برتن ٹوٹ جائے یہ اس کی موت ہے۔ اس لئے کسی نوکر سے برتن ٹوٹ جائے تو سمجھے کہ برتن کو موت آ گئی۔ اس میں نوکر کا کیا قصور؟ اسلامی احکامات میں مساوات اور عزت نفس کو خاص درجہ حاصل ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا۔ کبھی کسی غلطی پر نہ آپ نے مجھے ٹوکا اور نہ برا بھلا کہا۔ نہ سخت سست کہا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے محبوب تمام بندوں میں محبوب ترین صفات کے حامل تھے۔ سوچئے تو سہی کہ دس سال تک کیا کبھی بھی ایسا موقع نہیں آیا کہ اپنے غلام کو ڈانٹتے؟ ضرور آیا ہوگا۔ لیکن یہ سرکار مدینہ کا اخلاق عظیم ہے آپ ﷺ کی بڑی مہربانی اور شفقت ہے ہم کو اس طریقہ سے اپنے چھوٹوں اور نوکروں کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔

روزگار کی فراہمی خدائی نظام ہے

تاجر، صنعت کار اور زمیندار کو مزدور کی اور مزدور کو روزگار کی ضرورت ہوتی ہے، اور ان دونوں کی ضرورت روزگار فراہم کرتی ہے، اور یہ خدائی نظام ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

”نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَعِیۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضاً سُخۡرِیّاً“

ترجمہ: دنیوی زندگی میں ہم نے ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے، تا کہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ (سورۃ الزخرف:۳۲)

انسانی ضرورتوں کا ایک دوسرے سے مربوط ہونا ہی عقد اجارہ کے جائز ہونے کی بنیاد ہے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: **”حَاجَّةَ النَّاسِ أَصُلُ فِیُ شَرَعَ الۡعُقُوُد“** (لوگوں کی حاجت معاملات کے جواز کی بنیاد ہے)

کسی زمانے میں مزدور کو مظلوم تصور کیا جاتا تھا، کیوں کہ وہ کمزور اور ضرورت مند تھا، اس لئے اس کے حقوق کا استحصال کیا جاتا تھا، مگر انقلابِ روس کے بعد یہ صورتِ حال یکسر بدل گئی، اور عالمی پیمانہ پر مزدوروں نے اپنی اپنی تنظیمیں اور یونینس بنالیں اور اس اجتماعی طاقت کے بل بوتے پر انہوں نے سرمایہ داروں، مل مالکوں کے ناک میں دم کر دیا اور بسا اوقات ان کے کروڑوں کے کاروبار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا، دوسری جانب انکے ردعمل میں سرمایہ داروں، مل مالکوں نے بھی اپنی تنظیمیں اور یونینس بنائیں، اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ جب مزدور اپنی یونین کے ذریعے اپنے مطالبات منوانے کے لئے ہڑتال کرتے ہیں تو کارخانہ دار تالہ بندی کا حربہ استعمال کرتے ہیں، اور اس ہڑتال و تالہ بندی کی وجہ سے عام لوگوں کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہے کہ ان کو ان کی ضرورت کی چیزیں بروقت دستیاب نہیں ہوتیں یا بہت مہنگی خریدنی پڑتی ہیں۔

زندگی کے لئے جذبۂ خیر خواہی ضروری ہے

اسلام دینِ فطرت ہے، اس کا قانونِ محنت و اجرت اخوت و بھائی چارہ پر مبنی ہے، دین نام ہے خیر خواہی کا، اور جذبۂ خیر خواہی زندگی کے ہر میدان میں ضروری ہے، جب کہ آج مالک و مزدور دونوں اس جذبہ سے عاری اور خود غرضی و مفاد پرستی کی ذہنیت کے مالک ہیں، مالک یہ چاہتا ہے کہ مزدور سے زیادہ سے زیادہ کام لے، پیداوار زیادہ کرے، زیادہ سے زیادہ نفع کو یقینی بنائے، اور مزدور یہ چاہتا ہے کہ کام چوری

کرے، کارخانہ کی پیداوار خواہ کچھ بھی ہو، مجھے میری اجرت زیادہ سے زیادہ ملے، دونوں کی یہی خودغرضانہ، مفاد پرستانہ ذہنیت ہے جو سرمایہ دار کو مزدوروں کے حقوق کے استحصال پر اور مزدوروں کو انتقامانہ بغاوت پر ابھارتی ہے۔

اسلام نے مالک اور مزدور کے مابین خوشگوار تعلقات کے لئے بنیادی احکام دیئے ہیں۔آج کے مغربی طرز زندگی میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ فیکٹری، کمپنی یا ادارہ کے ذمہ داران لیبرس کو اپنے مفاد کیلئے استعمال کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو پکڑ کر ان کی نشاندہی کر کے مزدوروں کی تنخواہ کو کم کر دیا جاتا ہے اور ایسے سخت قانون بنائے جاتے ہیں کہ جن کی اطاعت میں مزدور طبقہ مشغول رہے اور اس کو اپنا مستقبل بنانے اور سنوارنے کا موقع نہ مل سکے۔

انسانی مساوات کا لحاظ نہیں

آج کل ہر کمپنی اور ہر فیکٹری میں لیبر یونین بنا کر مالکوں کے سامنے مطالبات رکھے اور منائے جاتے ہیں۔ ان میں کبھی تنخواہ کی بڑھوتری، کبھی بونس کا حصول، کبھی دیگر قسم کی مراعات حاصل کرنے کیلئے یونین مالکوں پر دباؤ ڈالتی ہے۔ اس میں حلال وحرام کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی اور انسانی مساوات کا لحاظ نہیں ہوتا۔

آج مالداروں اور مزدور طبقہ میں جو اختلافات ہیں وہ اسی خودغرضی اور بے حسی کا نتیجہ ہیں مزدور کو مالک کی خیر خواہی کا خیال نہیں ہے اور مالکوں کو مزدوروں پر رحم وکرم کا خیال نہیں ہے۔

اسلام نے مذکورہ خیالات اور نظریات کی نفی کی ہے اور جذبہ خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کرنے اور کام کرانے کا حکم دیا ہے۔ مالک کو بتایا گیا کہ مزدور اور نوکر کی ضروریات زندگی کی کفالت اور اس کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنا مالک کی ذمہ

داری ہے اور اس سے اسی قدر کام لے جس قدر متحمل ہوسکتا ہے یا دوسرے انسانوں کی نظر میں جائز ہوسکتا ہے۔اور مزدور کو حکم دیا ہے کہ مالک کے مال کو اپنا سمجھے کہ گویا یہ میرا ہی مال ہے اور میرا ہی سرمایہ ہے۔نوکر، ملازم، مزدور جب تک مالک کے ساتھ ہمدردانہ سلوک اپنے دل میں پیدا نہیں کرے گا وہ مالک کے حقوق کو ادا نہیں کرسکتا۔ جذبۂ اخوت ومحبت اور خیر خواہی کا پیدا کرنا لازمی ہے۔ یہ حقوق العباد یعنی انسانی حقوق میں شمار ہیں۔

مالک ومزدور سب انسانی حقوق میں برابر ہیں

مالک ومزدور، آقا وغلام کا شتکار وزمیندار، ہیڈ ماسٹر وٹیچرس، منتظم واساتذہ، سب انسانی حقوق میں یکساں اور برابر ہیں فریق اول کو اپنے آپ کو برتر اور فریق ثانی کو کمتر سمجھنے کا کوئی حق نہیں، فریق اول چونکہ اپنے آپ کو برتر اور فریق ثانی کو کمتر تصور کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھتا ہے جو اس بات کا تأثر دیتا ہے کہ میں برتر ہوں اور آپ کمتر! یہیں سے آپسی تنازعات واختلافات شروع ہوتے ہیں اور اس مشن کی ترقی یا تو رک جاتی ہے یا وہ ختم ہی ہو جاتا ہے، جو دونوں کے لئے میدانِ عمل ہے، کاش کہ ہم آپ ﷺ کی اس تعلیم پر عمل پیرا ہوتے (تمہارے غلام، خادم، ملازم، مزدور تمہارے بھائی ہیں، لہٰذا تم میں جس کے قبضے میں اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو ویسا ہی کھلائے اور پہنائے جیسا وہ خود کھاتا اور پہنتا ہے، اور اس کو ایسا کام کرنے کو نہ کہے جس کی وہ استطاعت نہ رکھتا ہو اور کبھی ایسا کام کرنے کو کہے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے) عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبْذِ وَعَلَيْهِ حلّةٌ وَعَلٰى غُلَامَهُ حَلَّةٌ فَسَأَلْتَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّىْ سَابَبْتُ رَجُلاً فَعِيَرْتُهُ بِأُمِّهٖ فَقَالَ لِىْ اَلنَّبِى صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَاذَرٍ! أَعَیَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟ اِنَّکَ امْرَأٌ فِیْکَ جَاهِلِیَّةٌ، اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰہُ تَحْتَ أَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ یَدِهٖ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَأْکُلُ وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا تُکَلِّفُوْهُمْ مَا یَغْلِبُهُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِیْنُوْهُمْ.

سردارانِ مکہ میں حضرت بلال کا مقام

حضور اکرم ﷺ کی سیرت میں جو نمایاں پہلو انسانوں کے لئے رہنما ہے وہ ہے ''مساواتِ انسانی''، یعنی عرب کو عجم پر، گورے کو کالے پر، مالدار کو غریب پر کوئی فوقیت نہیں، فوقیت اور تفوق کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیا گیا ہے، کیا اس کے بعد بھی ہمیں عمل کرنے اور انسانی حقوق کو ادا کرنے میں کوئی تامل ہوسکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ جیسی ہستی حضرت بلال کو وہ مقام عطا کرتی ہے کہ آنے والی نسلیں ان کو سیدنا بلال کہہ کر پکارتی ہیں، بڑے بڑے مکہ کے سردار جو اسلام لے آئے تھے بلالؓ کے سامنے ان کا سیاسی، سماجی اور مذہبی قد نہایت چھوٹا تھا، بلالؓ اپنے وقت کے سردار ہی نہیں بلکہ سردارانِ مسلمان تھے اور کسی مسلمان کو بلالؓ کی تضحیک کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

اس سے بڑھ کر اور کیا کہ واقعہ معراج میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کے جوتوں کی آواز آسمانوں پر سنی۔ سرکارؐ نے فرمایا بلالؓ کو یہ مقام تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی دو رکعتوں پر عطا ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے جملہ مہمانوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام حضرت بلالؓ کے ذمہ تھا، وہی قرض لا کر مہمانوں کا انتظام کرتے اور کبھی حضور ﷺ کی عطا کردہ رقومات میں سے مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام فرماتے گویا دربارِ نبوت کے آپ وزیرِ خوراک یا وزیرِ مالیات تھے، ابھی میں نے آپ کے سامنے جو حدیث شریف تلاوت کی ہے وہ صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں بیان کی گئی ہے۔

مزدور اور مالک آپس میں بھائی بھائی ہیں

آپ ﷺ کے اس مبارک ارشاد سے درج ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے:

مالک و مزدور آپس میں بھائی بھائی ہیں، اپنے خادم، نوکر اور ملازم کے ساتھ نہ صرف برابری بلکہ بھائیوں کا جیسا سلوک کرنا چاہئے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یُخَوِّنُهُ وَلَا یُکَذِّبُهُ وَلَا یَخْذِلُهُ. (سنن الترمذی)

جو مالک کھائے اور پہنے وہ اپنے ملازم و نوکر کو کھلائے اور پہنائے، یعنی آپ جس معیار کی زندگی گذارتے ہیں نوکر بھی اسی معیار کا حق دار ہے، مزدوروں کا حق مار کر مالک کو عیاشانہ اور امیرانہ زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یا تو مالک نوکر کو اس قدر اجرت دے کہ وہ بھی مالک کا معیارِ زندگی گذار سکے، اور اگر یہ ممکن نہیں تو مالک اپنے معیارِ زندگی کو اس سطح تک نیچے لے آئے جس سطح تک وہ اپنے مزدور اور ملازم کے معیارِ زندگی کو بلند کر سکتا ہے۔

مزدور کو ایسا کام کرنے کو نہ کہے جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا، یہیں سے مزدور کے اوقاتِ کار کے تعیین کا اصول مستنبط ہوتا ہے، کہ ایک عام انسان ایک دن میں یا ایک ہفتہ میں کس حد تک اور کتنے گھنٹے کام کر سکتا ہے، جو اس کی صحت پر اثر انداز نہ ہو اور نہ ہی اس کی اپنی ضرورتیں اور اس کے لواحقین و متعلقین کی ضرورتیں متاثر ہوں۔

مالک کی خوشحالی کا اثر مزدور پر بھی پڑتا ہے

مالک جب اپنے نوکر اور ملازم کے ساتھ اپنے بھائی جیسا سلوک کرے گا اور اس سے اخوت و محبت کا برتاؤ کرے گا تو ملازم مالک کے خلاف بغاوت نہیں کرے

گا، بلکہ وہ مالک کے غیب میں اس کے ورثہ اوراس کے مال کی حفاظت کرے گا۔اس کو مالک کے نقصان کا دکھ ہوگا، رنج ہوگا، وہ کسی صورت میں مالک کو نقصان پہونچانے کے درپے نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اسکو معلوم ہے کہ مالک خوشحال ہے تو مزدور بھی مالک کی خوشحالی میں شامل ہے، اگر مالک کو نقصان ہوتا ہے تو اس کا اثر ملازم پر بھی پڑتا ہے، مالک جو اس کو عطا کرتا ہے اس میں کمی آسکتی ہے۔

اس لئے مالک سامنے ہو یا نہ ہو ملازم وفاداری کے ساتھ مالک کے سرمایہ کی حفاظت کرے گا۔اور یہی تعلیم ہے حضور اکرم ﷺ کی اور سیرت کا یہی وہ پہلو ہے جو دیگر سرمایہ دارانہ نظاموں سے مختلف ہے۔ مالدار اور کم مالدار ہونا، غریب ونادار ہونا یہ تو نظام قدرت ہے لیکن حقوق انسانی کے ذریعہ جس کو آپ حقوق العباد سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کی مختلف صورتیں ہیں۔صدقات، احسان، بھلائی، زکوۃ، اور دیگر ذرائع سے مستحقین تک پہونچا سکتے ہیں اوران کی زندگی میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔ وہ اپنی دعاؤں میں تھوڑے سے احسان کے بدلے آپ کو شامل کرسکتے ہیں۔مالک کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نوکر کو ایسے القاب والفاظ سے نہ پکارے جو اس کی عزت نفس پر زد لگاتے ہیں۔اس کے عیوب اس کی خامیاں اوراس کی خرابیاں بیان نہ کرے اور سڑے ہوئے الفاظوں سے مخاطب نہ ہو۔اس سے مزدور کے دل میں مالک کے خلاف نفرت کا لاوا پکتا ہے اور بغض وعناد میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کو حضور ﷺ کی تنبیہ

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک دفعہ حضرت بلالؓ کو ان کی ماں سے عار دلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذرؓ! تو نے اس کو اس کی ماں سے عار دلائی، تو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک جاہلیت باقی ہے۔ یَااَبَاذَرٍّ أَعِیَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟ اِنَّکَ امْرَأٌ فِیْکَ جَاهِلِیَّةٌ.

مزدور کی مزدوری اور اجرت کی فوری ادائیگی

آج کل مالک اپنے مزدوروں اور ملازموں سے کام لے لیتے ہیں اور اجرت کے لئے انہیں چکر کٹواتے ہیں، جو سراسر ظلم وزیادتی ہے، بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اس ظلم کے مرتکب ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو''

عَنْ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عُمَرُوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أُعْطُوْا الْأَجِیْرَ الْأَجْرِقَبْلَ أَنْ یَّجُفَ عَرَقِهِ. (سنن ابن ماجه)

بعض مزدور نادہندہ مالک کے بار بار چکر کٹوانے کی وجہ سے اپنی اجرت چھوڑ دیتے ہیں اور یہ مالک اس کو مالِ غنیمت سمجھ کر استعمال کرتا رہتا ہے، جب کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں تین آدمیوں کی طرف سے خود مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرا نام لیکر عہد کیا پھر دھوکہ دیا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچا اوراس کی قیمت کھالی، تیسرا وہ شخص جس نے مزدور سے محنت تو پوری لی مگر اس کی مزدوری نہ دی۔''

ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں

اس دور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے کہ وہ اپنا کام تو وقت پر کرا لیتے ہیں اور مزدور کی مزدوری وقت پر ادا نہیں کرتے۔مزدور بار بار چکر لگاتا رہتا ہے اور مطالبہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ تو اپنی اجرت چھوڑ دیتے ہیں وہ مانگتے ہی نہیں حالانکہ یہ حقوق العباد ہے اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔

خواہ بندہ کتنی ہی توبہ اور استغفار کر لے یہ تو بندے کے معاف کرنے سے ہی معاف ہوتے ہیں۔ کیسے بے حس اور بے ضمیر ہیں وہ لوگ جو محنت پیشہ لوگوں سے اپنی مطلب برابری کے بعد منہ پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے مزدوری طلب کی جاتی ہے تو ان کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں جیسے کہ ان سے مفت میں کچھ طلب کیا جا رہا ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں حضور اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو بھی وعید سنائی ہے۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں حقوق العباد کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

معراج

قرآن وحدیث اور تاریخ کے آئینے میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہِ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی" ؕ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز کرسکتا ہے وہ ذرہ مہ و پہر کو تاراج
مشکل نہیں یاران چمن! معرکہ باز پر سوز اگر ہو نفسِ سبزا ہو دراج

بزرگانِ محترم، نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلباء! اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی اور رسول دنیا میں بھیجے ان کی شخصیت مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ایک تخصیص عطا فرمائی۔ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے دستِ مبارک میں لوہے کو موم کی طرح نرم فرما دیا اور

آواز ایسی عطا فرمائی کہ آج بھی لحن داؤدی کی مثالیں دنیا میں دی جاتی ہیں۔آپ اپنی مخصوص آواز میں زبور کی تلاوت فرماتے تو لوگوں کے قلوب عشق خداوندی سے پھٹ جاتے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت اور نبوت ایک ساتھ عطا فرمائی اور انسانوں کے علاوہ تمام چرند اور پرند کی زبانوں اور انکے مزاجوں سے بھی واقف کرایا۔حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو طور پر بلا کر ہم کلام فرمایا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا۔لیکن نبی آخر الزماں سرور انبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسے بے شمار معجزے عطا فرمائے جو دیگر حضرات انبیاء کو حاصل نہیں تھے۔آپ نے انگشتِ مبارک سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے جس کی تصدیق آج کے سائنس داں بھی کررہے ہیں کہ چاند کی زمین کے بالکل درمیان ایک باریک اور مسلسل لمبا غار ہے جس نے چاند کی زمین کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے جس طرح گول روٹی کو بیچ سے دو حصے کر دیا جائے۔جس کی تصویر انٹرنیٹ پر دیکھی جاسکتی ہے!

حضور ﷺ کے تین ہزار معجزات

حضور اکرم ﷺ کی ذات مطہرہ سے اللہ تعالیٰ نے کم وبیش 3 ہزار معجزات ظاہر فرمائے۔کتب احادیث میں جن کی تفصیل موجود ہے،لیکن معراج ایک ایسا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ انسان اگر اس کو اپنے مادی دماغ کی صلاحیت سے سوچے تو کبھی اس کو سمجھ میں نہیں آسکتا اور جب ایمان کی روشنی اور ہدایت کے نور کے ساتھ معراج کے واقعہ پر غور کرے گا تو اس مبارک سفر کی ہر چیز اور نکتہ سمجھ میں آتا چلا جائے گا۔اس لئے کہ میزبان کی حیثیت سے مہمان کی عزت ہوا کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یاد فرمایا اور عرش الٰہی کو آپ کے قدم مبارک سے زینت بخشی اور

وہ بھی اس حالت میں کہ سرکار دوعالم نعلین پہنے ہوئے ہیں آپ ﷺ نے نعلین مبارک کو اتارنا چاہا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا،اے حبیب ﷺ جوتوں سمیت عرش پر آجا۔کیونکہ جب سے یہ بنا ہے آج تک اس کو قرار نہیں،یہ برابر ہل رہا ہے تیری نعلین کی خاک سے اس کو قرار آجائے گا۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے

آج کے سائنسی دور میں معراج کے سفر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو اتنا وسیع وعریض بنایا ہے کہ انسان کی عقل وفہم سے ماورا ہے زمین تا آسمان اور آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے عرشِ الٰہی تک آپ کو مخصوص سواری کے ذریعہ جس کو رف رف کہا جاتا ہے،لیجایا گیا اور واپس بھی اسی سے لایا گیا۔ایک رات کے آخری حصہ تک یہ سفر ختم بھی ہوگیا۔آج مغربی ممالک نے مریخ پر جو راکٹ بھیجا ہے،اس کی رفتار ایک سکنڈ میں 15 کلومیٹر ہے یعنی ایک منٹ 90 کلومیٹر۔اس کو ایک گھنٹہ کے حساب سے دیکھا جائے تو معلوم ہوا۔پانچ ہزار چار سو کلومیٹر کی رفتار ہے۔اور مریخ زمین سے دس کروڑ ساٹھ لاکھ کلومیٹر کی دوری پر ہے،راکٹ کو مریخ پر پہنچنے کیلئے ڈیڑھ دوسال کا عرصہ لگتا ہے۔ جب کہ آسمان اس سے بھی ہزاروں لاکھوں درجات اعلیٰ پر ہے۔

صدیق اکبرؓ نے معراج کی تصدیق فرمائی

معراج کے واقعہ کو جب بیان کیا گیا اور کفار مکہ نے اپنی عادت کے مطابق اس کو جھوٹ اور مذاق کا موضوع بنانا چاہا تو صدیق اکبرؓ سے کسی نے جا کر کہا کہ تمہارے نبی تو آج بڑا عجیب وغریب دعویٰ کررہے ہیں اور پھر معراج کا واقعہ بیان کیا۔حضرت ابوبکر صدیق نے برجستہ فرمایا۔آمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔اللہ کے نبی جو فرمارہے

ہیں اس میں سرِ مو بھی غلط نہیں، میں تصدیق کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں اللہ کے نبی کے اس مبارک سفر پر تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضور ﷺ کو وحی فرمائی کہ آج سے ابوبکر کے نام کے ساتھ صدیق بھی لگایا جائے۔ یعنی سچوں کے سچے۔

معراج الٰہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میزبانی ہے

دنیا کا اصول ہے جس مرتبہ کا مہمان ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کا اکرام ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ محبوب ہیں، رہنمائے کائنات ہیں۔ آپ کی شان وشوکت اور عظمت رسالت اور محبوبیت کا تقاضہ یہی تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اس شرف بے مثال سے نوازتے۔

معراج کے جتنے اجزاء یعنی جتنے واقعات اور احوال ہیں سب کے سب حیرت انگیز ہیں اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی بھی حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شایانِ شان آپ ؐ کا استقبال فرمایا، اور آپ کو اپنے مسکن خاص پر قدم رنجہ فرما کر انعام و اکرام سے نوازا ہے۔

ضروری ہے کہ اب کچھ گفتگو ان دانشوروں سے بھی کی جائے جو ہر چیز کو عقل کی نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں اور اسلامی احکام اور قرآنی آیات کو اپنی عقل کی رشنی میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی عقل جہاں انسان کا ساتھ چھوڑ دے تو سمجھ جائے کہ اب فراست ایمانی کام آسکتی ہے۔ عقل تو مختصر سی چیز ہے۔

معراج کا واقعہ

پورے ماحول پر رات کی تاریکی سایہ فگن تھی اور ہر طرف غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ درحقیقت یہ تمام جاندار مخلوقات کے سونے اور ایک محدود مدت کے

لئے جملہ مظاہر فطرت سے چشم پوشی اختیار کرنے کا وقت تھا۔ نینداور آرام کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ تھکاوٹ دور ہوجائے اور روزانہ کے کام کاج کے لئے ذہنی وجسمانی تازگی وپھرتی پیدا ہوجائے۔

پیغمبر اسلام ؐ بھی اس فطری تقاضہ سے مستثنیٰ نہ تھے لہذا وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے بعد آرام کرنا چاہتے تھے کہ اچانک انہیں ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔ یہ امین وحی حضرت جبرئیلؑ تھے جو پیغمبر سے کہہ رہے تھے کہ آج کی رات آپ کو انتہائی حیرت انگیز سفر اختیار کرنا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس سفر کے دوران میں آپ کے ساتھ رہوں۔ آج کی رات آپ کو براق جیسی تیز سواری کے ذریعہ کائنات کے مختلف حصوں کا دورہ کرنا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے (امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کی بہن) ام ہانی کے گھر سے اپنے اس عظیم الشان سفر کا آغاز کیا۔ سواری ملک اردن میں واقع بیت المقدس جس کو "مسجد اقصیٰ" بھی کہتے ہیں، کی طرف روانہ ہوئی اور چشم زدن میں وہاں پہنچ گئی۔ وہاں پیغمبر نے مسجد کے مختلف حصوں کے علاوہ حضرت مسیحؑ کی ولادت گاہ "بیت اللحم اور دیگر انبیاءؑ کی قیام گاہوں کی زیارت کی اور کثیر مقامات پر دو دو رکعت نماز بھی ادا کی۔

سفر کا دوسرا مرحلہ

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے سفر کا دوسرا مرحلہ شروع کیا اور اسی جگہ آسمان کی طرف پرواز کرنے لگے، پرواز کے دوران آپ ﷺ نے عالم بالا کے نظام اور ستاروں کا مشاہدہ کیا پیغمبروں اور آسمانی فرشتوں کی ارواح سے گفتگو کی اور مراکز عذاب ورحمت یعنی جنت ودوزخ کا منظر دیکھا اور اہل بہشت کے مراتب اور اہل

دوزخ کی سختیوں کو بہت قریب سے دیکھا اور اس طرح وہ دنیائے آفرینش کے اسرار و رموز کائنات کی وسعت اور خداوند عالم کی لامحدود قدرت کے مظاہرے سے پوری طرح آگاہ ہوگئے اس کے بعد انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ یہ آپ ﷺ کے سفر کی آخری منزل تھی ۔اس کے بعد اسی راستہ سے واپسی کا حکم دیا گیا چنانچہ واپسی کے دوران وہ پھر بیت المقدس اترے اور وہاں سے اپنے وطن مکہ کی طرف چل پڑے راستہ میں قریش کے تجارتی قافلے سے ان کی ملاقات ہوئی۔اس وقت قافلے والے اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ان کے برتن میں جو پانی تھا اس میں سے تھوڑا سا پانی پینے کے بعد باقی سارا پانی اسی جگہ انڈیل دیا اور ایک روایت کے مطابق اس جگہ پر ایک سرپوش رکھ دیا اور صبح نمودار ہونے سے پہلے اپنی تیز رفتار سواری کے ذریعہ ''ام ہانی'' کے گھر پہنچ گئے اور پہلی بار اپنے اس راز کا ذکر ان سے کیا اور دوسرے دن یعنی صبح ہونے کے بعد انہوں نے اس سفر کا ذکر تمام لوگوں سے کر دیا چنانچہ قریش کی محفلوں میں اس کا چرچا ہونے لگا۔قریش کی نظر میں معراج کی داستان اور پیغمبر ﷺ کا یہ حیرانگیز سفر ایک محال اور ناممکن کام تھا پھر بھی دھیرے دھیرے ہر طرف یہ خبر گشت کرنے لگی اور سرداران قریش اس داستان کی شہرت سے بہت ناراض ہوگئے ۔

بیت المقدس کا تفصیلی ذکر

اپنی دیرینہ عادت وعداوت حق کی وجہ سے ان لوگوں نے معراج کی تردید وتکذیب شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ابھی مکہ میں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے بیت المقدس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے لہٰذا اگر تم سچ کہتے ہو تو بیت المقدس کے عمارتی ڈھانچے کی وضاحت کرو۔پیغمبر اکرم ﷺ نے اس مقدس عمارت کی خصوصیات کے

ساتھ ہی مکہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہونے والے واقعات کا بھی تفصیلی ذکر پیش کر دیا اور ان لوگوں سے کہنے لگے۔سفر معراج سے واپسی کے دوران میری ملاقات فلاں قبیلے کے قافلے سے ہوئی اس وقت وہ لوگ اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔قافلے والوں کے پاس پانی کا ایک برتن رکھا تھا۔میں نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پیا اس کے بعد اسے ڈھک دیا۔ایک جگہ پر مجھے کچھ اور لوگ ملے ان کا اونٹ بھاگ گیا تھا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ چکا تھا قریش نے کہا۔''قریش کے تجارتی قافلے کے بارے میں کچھ اطلاع دو'' پیغمبر ﷺ نے فرمایا ''میں نے انہیں تنعیم'' (جہاں سے حرم کی ابتداء ہوتی ہے) میں دیکھا تھا۔اس وقت مٹیالے رنگ کا اونٹ سب سے آگے چل رہا تھا اور اس اونٹ پر کجاوا رکھا ہوا تھا اور اب وہ لوگ شہر کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔قریش ان سچی خبروں سے بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ ابھی تھوڑی دیر میں سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہو جائے گا لیکن کچھ ہی دیر بعد ''ابوسفیان'' کا قافلہ شہر کے اندر داخل ہوتا ہوا دکھائی پڑا اور قافلے والوں نے پیغمبر کی رپورٹ کی تصدیق بھی کر دی۔

کیا معراج قرآنی بنیاد پر مبنی ہے؟

حضور ﷺ کے سفر معراج اور دنیائے آفرینش میں آپ کی سیر وسیاحت کا واضح تذکرہ قرآن مجید کی دو سورتوں میں ملتا ہے اور دیگر سورتوں میں اس واقعہ کی طرف کیے گئے اشارے بھی موجود ہیں۔

سورہ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے ''سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِهِ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیَهُ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ''

وہ اللہ پاک و پاکیزہ ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے چاروں طرف ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کر رکھی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں اس میں شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے''۔

اس آیت کریمہ سے بظاہر ان حقائق کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

آیت کریمہ کی شروعات ''سُبْحَانَ الَّذِیْ'' سے اس لئے کی گئی ہے کہ تاکہ ہم لوگوں کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ رہے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی انسانی طاقت کے ذریعہ معراج کی منزل کو طے نہیں کیا بلکہ قدرت خداوندی کے سہارے آپ ﷺ نے مختصر سی مدت میں اتنا طویل سفر بآسانی پورا کرلیا ''سُبْحَانَ الَّذِی'' سے خداوند عالم کی اس صنعت کا ذکر کیا گیا ہے کہ تمام عیوب سے پوری طرح پاک و پاکیز ہے فقط اسی بات پر اکتفا نہیں ہوتا بلکہ وضاحت کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اس لطف وعنایت کا سبب یہ ہے کہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ یہ سفر فطری قوانین اور عام اصولوں کی بنیاد پر انجام پذیر ہوا ہے۔ لہٰذا وہ اس سے بھی انکار کرسکتے ہیں درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سفر خداوند عالم کی قدرت اور خصوصی رحمت کے سائے میں کیا گیا۔

یہ سفر رات میں کیا گیا ہے اس کی وضاحت کے لئے ''لیلاً'' کے ساتھ لفظ ''اسریٰ'' کا بھی استعمال کیا گیا ہے کیونکہ عرب، رات میں ہونے والے سفر کو بھی اسی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اس مقدس سفر کی ابتداء ابوطالب کی بیٹی ''ام ہانی'' کے گھر سے ہوئی تھی لیکن خداوند عالم نے اس سفر کی ابتدا مسجد حرام سے بتائی ہے اور شاید اس کا سبب یہ ہے کہ عرب سارے مکہ کو حرم کہتے ہیں لہٰذا شہر کے سارے علاقے

کو مسجد اور حرم خدا کی حیثیت حاصل رہی ہے پس یہ کہنا درست ہے کہ خداوند عالم نے آپ ﷺ کو مسجد الحرام سے سیر کرائی ''أَسْرَی مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' اور اکثر روایات کا بیان ہے کہ سفر معراج کی شروعات مسجد الحرام سے ہوئی ہے۔

اگرچہ آیت کریمہ اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ سفر معراج کی شروعات مسجد الحرام سے ہوئی اور مسجد الاقصیٰ پر ختم ہوگیا لیکن یہ آیت کریمہ اس بات کی تردید نہیں کرتی کہ اس سفر کے دوران پیغمبر ﷺ نے دیگر مقامات اور عالم بالا کا سفر بھی کیا تھا درحقیقت اس آیت کریمہ میں اس سفر کے ایک حصہ کا ذکر کیا گیا سفر کے دیگر حصہ کا ذکر ''سورۃ النجم'' میں پیش کیا گیا ہے۔

معراج جسم وروح کے ساتھ

پیغمبر اکرم نے جسم وروح کے ساتھ یہ سفر کیا ہے اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو روحانی معراج حاصل ہوئی ہے اور اس کی واضح دلیل آیت کریمہ میں موجود لفظ ''بِعَبْدِہٖ'' ہے اور اس لفظ کا استعمال اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب جسم اور روح ساتھ ساتھ ہوں۔ اگر پیغمبر کو روحانی معراج حاصل ہوئی ہوتی تو ''بِعَبْدِہٖ'' کے بجائے ''برُوحِہٖ'' کا استعمال کیا گیا ہوتا۔

اس عظیم الشان سفر کا مقصد مراحل وجود کی نشان دہی اور کائنات کی وسعت کا مشاہدہ کرانا ہے۔

اس آیت کریمہ کے علاوہ ''سورۃ النجم'' میں سفر معراج کا واضح ذکر موجود ہے اور مندرجہ ذیل آیات معراج کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ روایت منقول ہے کہ جب پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''تم لوگ جبرئیلؑ کے دیدار کے سلسلہ میں پیغمبر ﷺ سے بحث ومباحثہ کیوں کرتے ہو،

آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ فرشتہ کو خدا کے نیک بندوں کی اقامت گاہ بہشت کے اردگرد سدرۃ المنتہی کے قریب دیکھا ہے اس وقت سدرۃ المنتھیٰ کی شان وشوکت میں چار چاند لگے ہوئے تھے۔ نہ آپ ﷺ نے کوئی غلطی کی اور نہ انحراف سے دوچار ہوئے اور پروردگار کی کچھ نشانیوں کا باقاعدہ مشاہدہ کیا۔

شب معراج کا تاریخی جائزہ

درحقیقت ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ، حیرت انگیز پہلو، ہر اعتبار سے مضبوط ہوتا لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس سلسلہ میں کافی اختلاف دکھائی دیتا ہے اور ان میں سے ایک پہلو تاریخ وقوع ہے، مذہب اسلام کے دو عظیم سیرت نگار یعنی ابن اسحاق اور ابن ہشام لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بعثت کے دسویں سال رونما ہوا ہے، عظیم مورخ بیہقی کا خیال ہے کہ معراج کا واقعہ بعثت کے بارہویں سال میں پیش آیا ہے، بعض مورخین اور محدثین کا بیان ہے کہ درحقیقت یہ بعثت کے اوائل کا واقعہ ہے اور ان میں سے بعض افراد اسے بعثت کے بعد کی درمیانی مدت کا واقعہ قرار دیتے ہیں، ان مختلف النوع اقوال کے درمیان کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہے اور پیغمبر ﷺ نے معراج کا سفر کئی مرتبہ کیا ہے، لیکن ہمارا عقیدہ وایمان یہ ہے کہ جس سفر معراج کے دوران یومیہ نمازوں کو واجب قرار دیا گیا ہے وہ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد بعثت کے دسویں سال میں رونما ہوا ہے۔ کیونکہ حدیث وتاریخ کی روشنی میں یہ بات پوری طرح واضح ہوچکی ہے کہ شب معراج ہی کے دوران حضور ﷺ کے ذریعہ خداوندعالم نے امت مسلمہ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ہر شب وروز پنجگانہ نماز ادا کریں۔

اسکے ساتھ ایسے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں جن کی روشنی میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ابوطالب کی وفات تک نماز واجب نہیں ہوئی تھی کیونکہ ان کی وفات کے موقع پر

سرداران قریش ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے یہ درخواست کی کہ اپنے بھتیجے سے ہم لوگوں کا معاملہ طے کرادیں، انہیں دعوت حق کی تبلیغ سے روک دیں اور اس کے بدلے میں وہ ہم لوگوں سے کچھ لینا چاہیں وہ لے لیں۔

اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے سرداران قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میں تم لوگوں سے ایک چیز چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا:

تَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُخْلِفُوْنَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ.

یعنی تم لوگ وحدانیت کی گواہی دیتے ہوئے بتوں کی اطاعت وفرمانبرداری سے باز آجاؤ'' پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کے علاوہ فروع دین وغیرہ کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا اور یہ بات خود اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس وقت تک نماز کے واجب ہونے کا حکم نہیں آیا تھا۔

اگر نماز جیسے اہم فریضہ الٰہی کے واجب ہونے کا اعلان کردیا جائے تو پھر فقط ایمان لانا کافی نہ ہوگا۔ لیکن اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی رسالت کی گواہی کا نام نہیں لیا کیونکہ پیغمبر کے حکم سے وحدانیت کا اعتراف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ ضمنی طور پر حضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرچکے ہیں اور حقیقت یہی ہے وحدانیت کا اعتراف رسالت کا اعتراف ہے کیونکہ یہ کام حکم رسول کی پیروی میں انجام دیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مورخین نے طفیل بن عمرو دوسی جیسے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی لکھا ہے جو ہجرت سے کچھ پہلے رونما ہوا تھا اور جس میں حضور ﷺ نے صرف شہادتین پر اکتفاء کیا تھا اور نماز کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

پس ان واقعات کی روشنی میں یہ پتہ چلتا ہے کہ واقعہ معراج کے دوران نماز واجب قرار دی گئی ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے کچھ قبل رونما ہوا۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ معراج کا واقعہ بعثت کے آٹھویں سال پیش آیا وہ غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ بعثت کے آٹھویں سال سے دسویں سال تک شعب ابی طالب میں اقتصادی ناکہ بندی کے مصائب جھیلتے رہے اور مسلمانوں کی پریشان حالی اور بے سروسامانی اس بات کی متقاضی نہیں تھی کہ ان پر نماز جیسے مزید فرائض کی ذمہ داری ڈال دی جائے اور بعثت کے آٹھویں سال سے پہلے قریش کے غیر معمولی دباؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید فرائض کے بارے میں سوچنا بھی ایک دشوار امر ہے اس کے علاوہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ابھی لوگوں کے دل میں ایمان کی روشنی کوئی قابل ذکر جگہ نہیں بنا پائی تھی، لہٰذا ایسے نامساعد حالات میں نماز جیسے غیر معمولی فریضہ کی ادائیگی کو واجب قرار دینا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

اکثر روایات میں منقول ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ نے بعثت سے تین سال قبل حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز کا یہ سلسلہ آگے بھی جاری رہا۔ درحقیقت ان نمازوں سے کوئی مشروط محدود اور وقتی نمازیں مراد نہ تھیں بلکہ اس سے مخصوص ولا محدود عبادت کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس سے مستحب اور غیر واجب عبادتوں کو بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

کیا پیغمبر کی معراج جسمانی تھی؟

بہرحال قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور ﷺ کو جسمانی معراج حاصل ہوئی تھی۔ اس کے باوجود علمی اشکالات کی وجہ سے کچھ علماء اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور مختلف تاویلات پیش کرتے ہوئے یہ مانتے ہیں کہ حضور ﷺ کو روحانی معراج حاصل ہوئی تھی ان لوگوں کا خیال ہے کہ فقط

حضور ﷺ کی روح نے ان عوامل کی سیر کی اور اس کے بعد روح آپ ﷺ کے مقدس بدن میں واپس آ گئی۔ اس کے علاوہ بعض افراد ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عالم خواب میں معراج حاصل کی اور ان عوامل کی سیر کی اور آپ ﷺ کو جسمانی یا روحانی طور پر کہیں جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

حقیقی معراج کفار کی پریشانی کا سبب تھی

آخری گروہ کا خیال منطقی اصول و واقفیت سے اتنا دور ہے کہ اس کو دیگر علماء مفسرین کے افکار واقوال کی فہرست میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جب ''قریش'' نے یہ خبر سنی کہ حضرت محمد ﷺ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں ان مقامات کی سیر کر لی ہے تو وہ لوگ بہت پریشان ہو گئے اور ان کے بعد آپ ﷺ کی اِس بات کی تکذیب وتردید کرنے لگے کیونکہ قریش کی محفلوں میں ہر جگہ معراج کا چرچا ہونے لگا تھا۔

اگر آپ ﷺ کو حالت خواب میں معراج حاصل ہوئی ہوتی اور بستر پر سوتے ہوئے آسمانوں کی سیر کی ہوتی تو قریش کو اس بات کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ آپ ﷺ کے دعوے کی تردید یا تکذیب کرتے کیونکہ آپ ﷺ کا یہ کہنا کسی جھگڑے یا اختلاف کا سبب نہیں بن سکتا تھا کہ میں نے ایک رات عالم خواب میں یہ دیکھا ہے کیوں کہ خواب بہرحال خواب ہے اور ہر طرح کی ناممکن بات خواب میں دیکھی جاسکتی ہے پس یہ کہنا بالکل غیر منطقی ہے کہ حضور ﷺ کو خواب میں معراج حاصل ہوئی تھی۔

روحانی معراج کیا ہے؟

جولوگ آپ ﷺ کی جسمانی معراج کی بعض باریکیوں کونہیں سمجھ سکے وہ اس مقدس آسمانی سفرکوروحانی معراج ثابت کرنے کیلئے آیات وروایات کے ذریعہ طرح طرح کی تاویلیں پیش کرنے لگے۔

روحانی معراج کا مقصدالٰہی تخلیقات کے بارے میں غور وفکر ،خداوند عالم کے جلال وجمال کا مشاہدہ ،فکرو ذکرحق میں استغراق، مادی جھمیلوں اور دنیوی دلچسپیوں سے نجات اورامکانی مراتب کو پارکرتے ہوئے باطنی اورقلبی مراحل میں داخل ہونا ہے کیونکہ ان مراحل کو طے کرنے کے بعدایک ایسی خوشی حاصل ہوتی ہے جونا قابل بیان ہے۔

جب کبھی روحانی معراج سےعظمت حق اور دنیائے آفرینش کے سلسلے میں غوروفکر مراد ہوتو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ یہ معراج پیغمبراسلام کی خصوصیت ہے اور دیگر پیغمبروں اور روشن فکر و پاک دل بندگان خدا کوبھی خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی ہے جبکہ قرآن مجید نے اس معراج کو حضور ﷺ کی ایک اہم خصوصیت اور ایک غیر معمولی امتیاز کی حیثیت سے یاد کیا ہے نیز اکثر راتوں کو پیغمبراکرم ﷺ پر یہ کیفیت طاری رہا کرتی تھی جبکہ زیر بحث معراج ایک معین وقت اورمخصوص رات میں رونما ہوئی ہے۔

جس چیز نے اس گروہ کوایسا سوچنے پرآمادہ کیا ہے وہ مشہور زمانہ یونانی ماہرعلم ہیئت ''بطلموس'' کا وہ قول ہے کہ جودوہزارسال تک مشرقی ومغربی دنیا کی علمی محفلوں میں غیر معمولی علمی اہمیت کا حامل تھا اور جس پرسیکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور کچھ دنوں پہلے تک جس نظریہ کوفطری علوم کے میدان میں ایک امرمسلمہ کی حیثیت حاصل

تھی ۔بطلموس کے اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ:اجسام کائنات کی دوقسمیں ہوتی ہیں عصری اورفلکی جسم عنصری انہیں چار عناصر(پانی ،مٹی، ہوا اور آگ) کے نام سے معروف ہے۔ان میں سب سے پہلے ہمیں کرۂ ارض دکھائی دیتا ہے جومرکز کائنات ہے ۔اس کے بعد کرۂ آب اوراس کے بعد کرۂ ہوا اورسب سے آخر میں کرۂ آتش دکھائی دیتا ہے اوران میں سے ہرایک کرہ دوسرے پرحاوی ومحیط دکھائی دیتا ہے اور اس مرحلہ میں تمام (کرات) کا خاتمہ ہوجاتا ہے اوراس کے بعد اجسام فلکی کی شروعات ہوتی ہے جس سے مراد وہی ۹ خیالی آسمان ہیں جو پیاز کی پرتوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اوران میں فصل ووصل یعنی ٹوٹنے اورہم آہنگ ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے اور کوئی بھی مخلوق ان کے درمیان براہ راست حرکت نہیں کرسکتی ہے کیونکہ اس کیلئے افلاک کا ایک دوسرے سے الگ ہونا لازمی ہے ۔ چونکہ معراج کے جسمانی ہونے کیلئے یہ لازمی ہے کہ پیغمبراکرم کرۂ ارض سے آسمان کی طرف روانہ ہوں اوراس کام کیلئے انہیں چاروں کرات کو پارکر کے یکے بعد دیگرے تمام افلاک کا جدا ہونا اور پھر متصل ہوجانا ناممکن ہے۔اسی بنیاد پرلوگوں نے حضور ﷺ کی معراج کوروحانی بتانا شرع کردیا تاکہ جسم ان کے اس مقدس سفر کی رکاوٹ نہ بن سکے۔ان خیالات کی قدرو قیمت اسی حدتک تھی جب تک علمی محفلوں میں بطلموس کے نظام ہیئت کی دھاک جمی ہوئی تھی اوران لوگوں نے اس کوصمیم قلب سے پسند کررکھا تھا اورایسے حالات میں یہ ممکن تھا کہ بدرجہ مجبوری قرآنی حقائق کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا اوراس کی مختلف تاویلات پیش کی جاتی لیکن موجودہ زمانے میں بطلموس کے ان مفروضات کی کوئی قدرو قیمت باقی نہیں رہ گئی ۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ نظریہ بالکل بے بنیاد ہے اور فقط تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے بطلموس

کے اس نظریہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ورنہ بخوبی آلات کی افراط طاقت ورترین دور بین اور چاند زہرہ اور مریخ کی سطح پر اپولو اور لونا راکٹوں کا اترنا اور چاند کی سطح سے لازمی شواہد کا فراہم کیا جانا اس حقیقت کی نشاندہی ہے کہ بطلموس نے جو نظریہ پیش کیا تھا وہ محض خیالی اور حقیقت سے کوسوں دور تھا۔ آج سائنسداں حضرات کی نظر میں چار عنصری اور نو فلکی کرہ کا وجود فقط افسانوی حیثیت کا حامل رہ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے فوائد و نقصانات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا" ؕ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمین کو بھی انہیں کے مانند پیدا فرمایا۔ نازل ہوتا رہتا ہے حکم ان کے درمیان۔ تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر مطلق ہے اور بیشک اللہ نے ہر چیز کو اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔ (الطلاق)

بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تغیر آ سکتا   تھے جو گراں قیمت کبھی، اب ہیں متاعِ کس فخر
اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا   ہے خونِ فاسد کے لئے تعلیم مثلِ نیشتر

بزرگانِ محترم اور نوجوانانِ اسلام! آج ایک ایسے مشہور و معروف اور حساس

عنوان پر آپ سے مخاطب ہوں جس کا ڈنگا ساری دنیا میں بج رہا ہے اور دنیا کا کوئی خطہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے خالی نہیں ہے۔ ہر طرف ایک ہی چیز کے گیت اور تعریفی کلمات ہیں کہ واہ صاحب کمپیوٹر کتنی اچھی چیز ہے، انٹرنیٹ کتنا اچھا ہے مغربی اقوام نے اس کا اس قدر ڈھنڈورہ پیٹا کہ سرکاری اور غیر سرکاری کارگاہیں اور دفتر تو کیا۔ کوئی اسکول، کالج، یونیورسٹی، حتیٰ کہ عبادت گاہوں میں اس کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، مدارس، مساجد، خانقاہوں، درگاہوں، مندروں، گرجا گھروں اور گردواروں اور دنیا کے تمام بت خانوں میں کمپیوٹر کی موجودگی لازمی قرار دے دی گئی۔

کمپیوٹر ایک تیز رفتار مشین ہے

کمپیوٹر کیا ہے؟ کمپیوٹر دراصل ایک ایسی مشین کا نام ہے جو کام انسان کے ہاتھوں سے مہینوں اور برسوں میں ہوتا ہے کمپیوٹر اس کو چند گھنٹوں میں انجام کو پہونچا دیتا ہے، آج کمپیوٹر کے بغیر زندگی کے شعبہ کا چلنا اور جاری رہنا ناممکن سا ہوگیا ہے۔ کمپیوٹر کے آنے سے انسان کی زندگی کی رفتار نہایت تیز ہوگئی ہے جو کام ہزاروں سال میں بھی نہیں کئے جاسکتے تھے، آج چند ماہ میں ان کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا جاتا ہے۔

چاہے وہ کتابوں کی طباعت کے جملہ مراحل ہوں یا بلڈنگ بنانے کے متعلق تفصیلات ہوں یا کسی فیکٹری اور کمپنی کو بنانے اور اس کا سسٹم چلانے کا معاملہ ہو، ہر چیز کی ہر قسم کی پلاننگ اس میں جلد سے جلد تر ہوجاتی ہے، انسانی دماغ کبھی اتنا کام نہیں کرسکتا جتنا کہ کمپیوٹر کام کرتا ہے، بسا اوقات ایسے مراحل آتے ہیں کہ جو کام ایک ہزار آدمی مل کر نہیں کر سکتے کمپیوٹر اسے نہایت قلیل مدت میں انجام دے دیتا ہے۔

انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی تباہ کاریاں

ہمارے کئی نوجوان انٹرنیٹ کو ہیروئن کے نشے کی طرح اپنے اعصاب پر مسلط کرچکے ہیں اور انٹرنیٹ کی غلیظ لت نے ان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو ڈسنا شروع کردیا ہے۔ آپ اگر انٹرنیٹ کے گندے، ناپاک اور حیا سوز مواد سے لذت نام کی ذلت حاصل کرنے والے نوجوانوں کو دیکھیں تو آپ کو احساس ہوگا کہ یہ بد نصیب نوجوان نہ دین کے رہے ہیں، نہ دنیا کے۔ انٹرنیٹ سے کھیلنے کا آغاز معلومات حاصل کرنے کے بہانے سے شروع ہوتا ہے اور اس کا انجام ایمان، حیا اور جوانی کے اجڑنے اور ناقابل بیان گناہوں میں ملوث ہونے پر ہوتا ہے۔ انسانیت کے قاتل زہر فروش طبقے آئے دن انٹرنیٹ پر مہلک زہر کی بوچھار کرتے رہتے ہیں اور ہمارے نادان نوجوان اس زہر کو مزے لے لیکر چوستے ہیں اور پھر ہلاکت و ذلت کی کھائیوں میں جا گرتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آج گلی گلی میں انٹر نیٹ کیفے کھلتے جارہے ہیں اور نوجوانوں کے ریلے ان کیفوں میں جا کر اسلام دشمن عناصر کے تیروں کا شکار ہورہے ہیں۔

انٹرنیٹ پر ہزاروں لاکھوں قسم کے بے شمار فحاشی لیٹریچرس کا سیلاب ہے۔ اور ایسی تصاویر اور ایسے مناظر اس میں فیٹ کئے گئے ہیں جو نوجوانوں کو شہوت کے عمیق غار میں دھکیل کر ان کے مستقبل کو قطعی تاریک کردیتے ہیں اور ان کے والدین، سرپرستوں نے یا انہوں نے اپنے لئے جو خوبصورت خواب دیکھے ہوئے ہیں وہ ہمیشہ کیلئے سُراب ہوجاتے ہیں۔ ان کی تفصیلات کوئی شریف آدمی اپنے قلم سے قلم بند نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ زندگی کے ہر موڑ پر بلکہ یہ کہئے کہ زندگی کے ہر سانس کی تباہی کا سامان انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

انٹرنیٹ بے دینی اور گمراہی کا ذریعہ

بہت سارے دیندار مسلمان انٹرنیٹ کے جادو کا شکار ہوکر بے عمل بلکہ بدعمل بن چکے ہیں، وہ ابتداء میں انٹرنیٹ کو دینی خدمت کے جذبے سے استعمال کرتے ہیں۔اس کے بعد ان پر معلومات جمع کرنے کا خبط سوار ہوجاتا ہے۔اس کے بعد خود کو عقلمندوں کی دنیا کا ہیرو سمجھ کر اپنی زندگی کے اکثر قیمتی اوقات انٹرنیٹ پر برباد کرتے ہیں اور بالآخر معاملہ یہاں تک جا پہنچتا ہے کہ وہ کسی کام کے قابل نہیں رہتے، بلکہ ان میں سے بعض تو اپنی گھریلو ذمہ داریوں تک سے غافل ہوجاتے ہیں اور انٹرنیٹ کا خفیہ زہر ان کے اندر سے کردار اور عمل کی طاقت کو ختم کردیتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ یا تو صرف فضول باتیں کرتے ہیں یا انٹرنیٹ کے آستانے پر اپنی راتوں کا خون کرتے رہتے ہیں۔

شروع شروع میں تو آدمی یہ سوچتا ہے کہ ہم اچھی چیزوں کو لے کر ان سے اپنی زندگی کے کارواں کو آگے بڑھائیں گے لیکن انٹرنیٹ کی گل کاریاں اس کو بالآخر اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور وہ ایک ایسا خاموش اور پوشیدہ بدکار، بدعمل انسان بن جاتا ہے کہ اس کی تمام فکری قوتیں سلب ہوجاتی ہیں اور اب اس کو آپ نشہ آور کہیں یا بدکار کہیں، یا شیطان کا باپ کہیں یہ سب نام اس کے لئے بہت چھوٹے ہیں۔وہ اتنا بڑا افرادی اور ابوالشیطان بن جاتا ہے کہ وہ دوسروں کی زندگیوں کو تباہ وبرباد کرنے کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔

ٹی وی پر آپ ریلیز ہونے والا پروگرام دیکھ سکتے ہیں لیکن اپنی طرف سے آپ کوئی پروگرام ٹی وی پر پیش نہیں کرسکتے جبکہ انٹرنیٹ پر آدمی جو چاہے وہ کرسکتا ہے۔انٹرنیٹ ایک آئینے اور شیشے کی طرح ہے۔جس پر خود بھی ننگا ہوجاتا ہے اور

دوسروں کو بھی ننگا کردیتا ہے۔انٹرنیٹ ایسا مدہوش اور پاگل کردینے والا آلہ ہے جس کو ہم میٹھا زہر کہہ سکتے ہیں۔ یہ انسان کی دنیا تو خراب کرتا ہی ہے لیکن پڑھے لکھے لوگ جن کو دین کی سمجھ نہیں ہے جو دین سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں وہ انٹرنیٹ پر قرآن وحدیث پڑھ کر گمراہ ہوجاتے ہیں کیونکہ اس کی تشریح اور ترجمہ اور مطالب اس قدر غلط ہوتے ہیں کہ آدمی وسوسوں میں گھر جاتا ہے۔

انٹرنیٹ پر تبلیغ کے نام پر لوگ گمراہ ہوتے ہیں

انٹرنیٹ کے ذریعے دینی معلومات حاصل کرنے والے بہت سارے افراد اسلام دشمن عناصر کی طرف سے دین کے نام پر دین کے خلاف چھوڑے گئے وساوس کا شکار ہوجاتے ہیں۔ایسے بہت سارے لوگ آپ کو اپنے اردگرد نظر آئیں گے جو بڑے جوش کے ساتھ انٹرنیٹ کی معلومات کا حوالہ قرآن کریم کی آیت کی طرح پیش کرکے گمراہی کی تبلیغ کرتے ہیں، ان میں سے بعض لوگ تو بالکل پاگل ہوچکے ہیں اور بعض نیم پاگل۔ان لوگوں کے سامنے اگر آپ قرآن مجید کی آیت یا حضور اکرم ﷺ کی کوئی حدیث پیش کریں تو وہ چیخنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم انٹرنیٹ کی بات کررہے ہیں جبکہ تم لوگ پرانے زمانے کی باتیں کرتے ہو۔

ایسے کئی واقعات ہمارے سامنے ہیں کہ دین دار اور پرہیز گار گھرانوں میں انٹرنیٹ جب آیا تو ان گھروں کے بچے بگڑ گئے۔وہ شرم وحیا کے پیکر تھے۔لیکن انٹرنیٹ کے ذریعہ ان کی دوستیاں اور تعلقات ایسے لوگوں سے ہوگئے کہ برقعہ پوش لڑکیاں گھروں کو چھوڑ کر اوباش لڑکوں کے ساتھ بھاگ گئیں، دیندار نمازی اور ماں باپ کے سامنے سر جھکا کر چلنے والا لڑکا اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ رلیاں منانے

لگا لیکن شرم محسوس نہیں کی۔ اس نے کہا اصل زندگی تو یہی ہے ہم ابھی تک دھوکہ میں تھے۔ انٹرنیٹ کتنا اچھا ہے کہ ساری دنیا کو اس نے ایک ولیج بنا دیا ہے۔ کہیں سے کوئی بھی چیز آپ دستیاب کر سکتے ہیں۔

یہودی قوم کی طرف سے قرآن کی گمراہ کن تفاسیر

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے اندر جو معلومات بھری پڑی ہیں، پوری پوری لائبریری، کتب خانے بھر دیئے گئے ہیں اور ان کے ساتھ بہت سی بے شمار ایسی کتابیں بھی اس میں اسلام کے نام پر فیڈ کر دی گئی ہیں جو اسلام کے خلاف آدمی کا ذہن بنا کر اس کو اسلام کے احکامات سے روگردانی پر مجبور کر دیتی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے کیلئے قرآن سے ترجمے اور تفسیر کے نام سے غلط تشریح کر دی ہے جو سادہ مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کی نبوت کو قرآن مجید سے ثابت کر کے لاکھوں لوگوں کو جہنم کا حق دار بنا دیا۔ ایک سو ساٹھ ملکوں میں ان کی ویب سائٹ کام کر رہی ہے اور امریکہ برطانیہ اور اسرائیل کی ناپاک سرپرستی اس کو حاصل ہے۔ وہ احمدی لٹریچر کے نام سے لوگوں کے عقائد بگاڑ رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال سے ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے

انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال نے بعض لوگوں کی ذہنی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا زیادہ استعمال کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے اور کمپیوٹر کی اسکرین سے اٹھنے والی شعاعیں ان کی آنکھوں اور دماغ کو برباد کر دیتی ہیں۔

میرے پاس بنگلور ہائی کورٹ کے ایک مشہور ایڈووکیٹ اپنی اہلیہ کے ساتھ علاج کے لئے آئے انہوں نے بتایا کہ میری بیٹی اور داماد نے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی تعلیم کچھ زیادہ ہی حاصل کی ہے اور انہوں نے اس کام میں بڑی مہارت حاصل کی ہے۔ انہوں نے بھگوان پر ریسرچ کیا ہے اب حالت یہ ہے کہ ان کو اپنے گھر میں چاروں طرف بھگوان ہی بھگوان نظر آتے ہیں۔ کبھی برتن گرتے ہیں کبھی الماری کھلتی ہے کبھی کسی اور طرف سے گھر میں آواز پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اس چیز سے زیادہ ہی پریشان ہیں کہتی ہے کہ بھگوان مجھے نقصان پہونچانے لگا ہے۔ اس لئے آپ آیئے تو میں اگلے ہفتے امریکہ جا رہا ہوں۔

حکیم صاحب آپ ہی اس کا کچھ علاج بتایئے۔ کچھ دعا، کچھ تعویز یا کچھ دوائیں دی جائیں۔ میں نے کہا ان کو نفسیاتی بیماری ہوگئی ہے۔ وہ ایک ماہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر کام کرنا بند کریں اور سادہ زندگی گذاریں، آپ ان کے پاس جا کر ان کا دل بہلائیں تو انشاء اللہ خود بخود وہ لوگ صحیح ہو جائیں گے۔ ان کو کسی بھی قسم کی کوئی بیماری نہیں ہے۔

معلومات کیلئے شریعت نے کچھ حدود رکھی ہیں

انسان فطری طور پر زیادہ معلومات حاصل کرنے کا خواہشمند ہے، لیکن شریعت نے اس سلسلے میں کچھ حدود متعین کر دی ہیں، کیونکہ ہر بات کا معلوم ہونا انسان کیلئے مفید نہیں۔ انٹرنیٹ پر بکھری ہوئی بے شمار معلومات میں سے کونسی مفید ہیں اور کونسی ضرررساں؟ اس کا فیصلہ ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے اکثر مسلمان ان معلومات کو بھی اپنے دل و دماغ پر نقش کر لیتے ہیں جو آگے جا کر ان کیلئے خوفناک وساوس اور مہلک بیماریوں کا باعث بنتی ہیں۔

مثلاً امریکہ کے فرعون جارج واکر بش نے قرآن کریم میں تحریف کر کے ''الفرقان'' نام کی ایک مکمل کتاب شائع کر کے ویب سائٹ پر ڈال دی ہے۔ جس میں یہودی علماء نے اپنی من مانی کی ہے اور قرآن مجید کی غلط تشریح کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔ بش نے اپنی آخرت خراب کر لی ہے۔ ابھی وقت ہے موت سے پہلے پہلے اپنی برائیوں اور کرتوتوں سے توبہ کر لے۔ ورنہ روح نکلنے کے بعد فرعون اور نمرود کے ساتھ دوزخ کے غار میں ڈال دیا جائے گا۔ ابھی زندگی ختم نہیں ہوئی صرف صدارت ختم ہوئی تو دنیا ہی میں بش پر جوتوں کی بارش ہونے لگی اور ہر کوئی بش پر جوتا مارنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کیلئے ''گیمس'' بنائے گئے کہ کھیل ہی سہی لیکن جوتے بش کے سر پر پڑتے ہیں۔ زمانہ نے نمرود کے جوتے کی یاد تازہ کر دی کہ جوتے پڑتے پڑتے موت ہی آ گئی۔

انٹرنیٹ کے یہ چند نقصانات آج ہمیں اپنے گردوپیش میں صاف نظر آ رہے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے کئی متقی اور نیک نوجوان انٹرنیٹ کی لت میں پڑ کر بیکار، بے عمل اور بدکار بن چکے ہیں، بلکہ کئی دینی ادارے انٹرنیٹ کے آزادانہ استعمال کی وجہ سے فحاشی اور بے حیائی کے سیلاب میں بہہ چکے ہیں، اس طرح انٹر نیٹ کی نحوست سے ایک ایسا طبقہ وجود میں آ چکا ہے جو ظاہری طور پر دین دار ہے، لیکن ان کا دین انٹرنیٹ کے حوالوں، فضول بحث کرنے اور دوسروں کو جاہل سمجھنے تک محدود ہے، اسی طرح انٹرنیٹ کے ذریعے گمراہ ہونے والے افراد کا ایک طوفان ہماری اجتماعیت کو برباد کرنے کیلئے وجود میں آ چکا ہے، ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے دین کی خدمت کرنے والے اداروں اور افراد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ انٹرنیٹ کے استعمال کو محفوظ ترین بنانے کی کوششیں کریں اور اس سلسلے میں فوری طور

پر توجہ فرمائیں۔ اس کی سب سے بڑی نحوست یہ ہے کہ یہ انسان کے ذہن و دماغ سے حیا اور شرم کا بستر گول کر دیتا ہے اور فحاشی کے نت نئے انداز اپنانے کے گر انسان کو سکھا دیتا ہے۔

آج ہر طرف شور ہو رہا ہے کہ اپنے بچوں کو کمپیوٹر سکھائیں۔ انٹرنیٹ سے معلومات کرائیں۔ یاد رکھیئے آپ نے آج بغیر سوچے سمجھے اپنے بیٹے یا بیٹی کو انٹرنیٹ پر بٹھا کر آپ نے ان کو آزادی دیدی تو وہ آپ کے گھر کی عزت کا جنازہ نکال دیں گے اور اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیجئے کہ کئی ایک دینی ادارے اور کئی ایک جماعتیں جو ماڈرن دین لے کر اٹھی تھیں وہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر ہمیشہ کیلئے دین اور اسلام سے دور ہو چکی ہیں، انہوں نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ انٹرنیٹ ایسا زہریلا ہے جو انسان کی انسانیت کو ڈس لے تو وہ محض آدمی رہ جاتا ہے اور انسانیت کی تمام صفات اس سے چھین لی جاتی ہیں۔

مسلمان قوم کے شعور کو بیدار کیا جائے

میں بڑی صفائی کے ساتھ کہتا ہوں، خواہ کسی کو برا لگے، آج ہمارے یہاں بھی قومی ترقی اور علمی ترقی کے نام پر کچھ علماء کرام نے اپنے بچوں کو بڑے بڑے عیسائی اسکولوں میں داخل کر رکھا ہے جہاں وہ بڑی فیس دے کر بچوں کو تعلیم دلا رہے ہیں، ان کے عقائد کو بگاڑ رہے ہیں۔ عقیدہ تثلیث ان کے ذہنوں میں بٹھایا جا رہا ہے اور بائبل کے اقتباسات ان کو پڑھائے جا رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کی خرابیوں، خباثتوں اور غلاظتوں کے بارے میں اپنے اراکین اور مسلمان قوم کے شعور کو بیدار کیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ یورپ کا یہ خوبصورت سانپ بے حد زہریلا ہے، بلکہ یہ بات صداقت کے ساتھ سمجھائی جائے

کہ سانپ کا ڈسا ہوا پانی مانگتا ہے جبکہ انٹرنیٹ کا ڈسا ہوا پانی تک نہیں مانگتا۔ بلکہ بعض اوقات خود سانپ بن جاتا ہے۔ زہریلا سانپ، بے حد زہریلا اور خطرناک۔

سب سے پہلے میں ان علماء حضرات سے ادباً یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کیا آپ کے والدین بے وقوف اور کم عقل تھے کہ انہوں نے آپ کو عالم بنایا حافظ بنایا، قاری، مفتی بنایا اور آپ کو اب عقل آئی کہ یہ اپنے والدین نے کتنا غلط کام کیا تھا کہ ہمیں مدرسہ میں داخل کر کے مولوی بنادیا، اب ہم ایسا بے وقوفی کا کام نہیں کریں گے، ہم اپنے بچوں کو اسکول پڑھائیں گے، جہاں گیتا، رامائن، بائیبل کے اقتباس کے ساتھ دیومالائی تہذیب کو پروان چڑھایا جاتا ہے، عالم صاحب اب بھی مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں اور ان کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ اسکول میں فیس کے نام پر ہر ماہ بھرتی کردی جاتی ہے، خدارا سوچئے تو سہی یہ شرعی لباس جو آپ کے جسم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر آپ اپنے بچوں کو انگریزی لباس پہنا کر کررہے ہیں؟۔

کمپیوٹر استعمال کرنیوالوں کی اصلاح کیساتھ نگرانی بھی کی جائے

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد کو سمجھایا جائے کہ وہ دینی ضرورت کے وقت محدود پیمانے پر اس کا استعمال کریں اور پھر اسے بند کر کے رکھ دیں، اسی طرح کمپیوٹر پر کام کرنے والے اپنے اراکین کی نگرانی بھی کی جائے اور انٹرنیٹ کے گندے پروگراموں کو جام کرنے کی ترتیب بھی بنائی جائے اور کمپیوٹر پر کام کرنے والے افراد کی روحانی تربیت کا خاص اہتمام کیا جائے۔

جانسٹھ مظفر نگر رہتے ہوئے میں نے گھر والوں کے اصرار پر اپنے چھوٹے بچے محمد عدنان حبان کو اسکول میں داخل کردیا، ابھی دو تین دن گذرے تھے کہ بچے نے کہا میں اسکول نہیں جاؤں گا، معلوم ہوا کہ وہاں پیریڈ کے بعد اسکول میں داخل

ہوتے وقت مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کراتے ہیں، بچہ اگرچہ صرف چھ سال کا تھا لیکن چونکہ بحمداللہ تعالیٰ دینی ماحول میں تھا۔ اسلئے اس نے صاف انکار کردیا یہ بت ہے میں اس کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑ سکتا۔ اس کی ہندو ٹیچر کو حیرت ہوئی کہ یہ کیسے گھرانے کا بچہ ہے اگرچہ اور بھی کئی بچے مسلمان گھرانوں کے اسکول میں ہیں۔ انہوں نے اس طرح کا اعتراض کبھی نہیں کیا ٹیچر نے کہا اچھا ٹھیک ہے آج چلے جاؤ لیکن کل سے تم کو یہ سب کچھ کرنا ہے جو دوسرے بچے کرتے ہیں۔ وہاں کلاس شروع کرتے وقت ''پوتر جل'' ایک چمچہ میں دے کر پلایا جاتا تھا جو اصل میں گائے کا پیشاب ہوتا ہے، بچے نے اس کو لینے سے منع کردیا اور کہا کہ یہ گائے کا پیشاب، ناپاک ہے، میں نہیں پی سکتا، تو مثال ہے ایک چھوٹے معصوم بچے کے دینی گھر سے تعلق رکھنے کی، آج اس کی بڑی کمی ہے، ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے بچوں کو دینی سانچے میں ڈھالیں اگر وہ غلطی سے غلط ماحول میں پہونچ جائیں تو اپنے ایمان کی بخوبی حفاظت کرسکتے ہیں۔

اپنے دینی کاموں کو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا زیادہ محتاج نہ بنایا جائے، ورنہ ہمارے کام قوت نہیں پکڑ سکیں گے۔ ضرورت کی حد تک انٹرنیٹ کو استعمال کیا جائے اور اس کے استعمال کو بھی احتیاج نہ بننے دیا جائے۔

ہے ماتا! دے بارش! ایک مسلمان بچے کی دعا

دس سال پہلے کی بات ہے، لال کنواں دہلی کے قریب فراش خانہ میں چھتہ راجان ہے وہاں میرے ایک دیرینہ رفیق جناب سراج الحق سیفی صاحب اور انکے برادر الحاج عبدالحق سیفی صاحبان رہتے ہیں، میں بنگلور سے گیا تو ملاقات کے دوران اسکول اور خصوصاً مشنری اسکولوں کا تذکرہ آگیا، تو انہوں نے ایک عجیب

واقعہ سنایا کہ چند دن قبل میں گھر کی سب سے اوپر والی منزل پر گیا تو دیکھا کہ میرا بھتیجا چھت پر کھڑا ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگ رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ ''ہے ماتا دے بارش'' ہے ماتا دے بارش۔ تو سراج الحق صاحب نے کہا۔ بیٹے تم یہ کیسی دعا کر رہے ہو یہ تم کو کس نے سکھائی ہے یہ تو بچے نے کہا کہ ہماری اسکول ٹیچر جو غیر مسلم ہے اس نے بارش مانگنے کی پرارتھنا سکھائی ہے کہ تم لوگ اپنے گھر جا کر چھت پر کھڑے ہو کر بارش کی ان الفاظ میں دعا کرنا۔

اس واقعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ غیر مسلم اسکولوں میں کس طرح کا مشرکانہ زہر بچوں کے عقائد میں بھرا جا رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی تعلیم دیتے وقت اسلام کے نظام تقویٰ کی تعلیم اور فکر آخرت کے احیاء کا بھی بندوبست کیا جائے۔ ورنہ خالص معلومات حاصل کرنے کیلئے کمپیوٹر کا استعمال کیا جائے اور بچوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ بچے کم عمر میں اس قدر پراگندہ ماحول اور ذہن رکھنے والے بن جائیں گے کہ ان کی اصلاح مشکل ہو جائے گی۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال محدود پیمانے پر ہو اور کسی ایک بڑے آدمی کی نگرانی میں اس کام کو کیا جائے اور روک ٹوک برابر جاری رکھی جائے، ورنہ ان کے بہکنے اور بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔

تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں

ابھی تک جو گفتگو ہمارے سامنے آئی ہے۔ وہ صرف منفی پہلو پر مشتمل تھی۔ اس کا مطلب آپ ہرگز یہ نہ سمجھ لیں کہ انٹرنیٹ صرف اور صرف خرابیوں اور خرافات کا پلندہ ہے بلکہ اس گفتگو سے میری مراد یہ تھی کہ آپ اندازہ کر لیں کہ بلا کنٹرول بچوں کے سپرد کر دیا جائے تو یہ نقصانات ہو سکتے ہیں جو ابھی تک ظہور میں آ چکے ہیں، کسی صاحب نے مجھ سے ندوۃ العماء لکھنؤ کے معروف استاد اور معروف اسکالر کا جملہ نقل کیا

کہ ٹی وی، انٹرنیٹ، کمپیوٹرس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہ بھینس یا گائے کہ یہ دودھ بھی دیتی ہے اور گوبر اور پیشاب بھی کرتی ہے، بس ہمیں دودھ کی حد تک اس کو استعمال کرنا چاہئے گوبر اور پیشاب کے حدود میں ہم کو دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے۔

بہرحال اپنی تحریروں، تقریروں اور مجالس میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا ایسا تذکرہ نہ کیا جائے جس کی وجہ سے نئی نسل کے ذہن پر قرآن وسنت سے زیادہ انٹرنیٹ کا رعب بیٹھ جائے اور وہ انٹرنیٹ کے استعمال کو ترقی اور عقلمندی کے لئے ضروری سمجھنے لگیں۔

انٹرنیٹ اور کمپیوٹر اس زمانہ کی تیز رفتار کار ہے۔ باقی ابھی تک جو زمانہ گذارا ہے۔ وہ بغیر ان تمام چیزوں کے گذرا ہے۔ دنیا میں کیسی کیسی کتابیں لکھی گئیں کیسے کیسے تراجم کئے گئے۔ کیسی کیسی نقاش اور ہنرمندی کے کام کئے گئے وہ سب کے سب کمپیوٹر کے بغیر ہی عمل میں آئے۔ اور ضروری نہیں کہ مستقبل میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ محفوظ رہیں۔ آج جو تباہی اور بربادی کے سامان ترقی یافتہ قوموں اور سائنسدانوں نے اپنے ہاتھوں سے انجام دے لئے ہیں۔ اس کی روشنی میں دنیا کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور معلوم نہیں کب یہ جہاں راکھ کا ڈھیر بن جائے۔

ایک سادہ سی معلومات کے مطابق دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں نے اتنا بارود اور کولیسٹرل بم تیار کر لئے ہیں کہ دنیا کے ہر آدمی کو تقسیم کیا جائے تو سات کلو بارود ایک آدمی کے حصہ میں آتا ہے جبکہ ایک انسان کی جان لینے کے لئے سات گرام بارود ہی کافی ہے۔ انٹرنیٹ پر اپنا زیادہ وقت برباد کرنے والے دیندار مسلمانوں کو اس برائی سے بچنے کی دعوت دی جائے اور انہیں تلقین کی جائے کہ وہ انٹرنیٹ کے سامنے بیٹھ کر معلومات حاصل کرنے کی بجائے یہی وقت قرآن کریم کے ساتھ اور علماء کرام کی صحبت میں گزار کر صحیح دینی معلومات حاصل کریں۔

اس تباہی سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھال لیں اور دنیا کی ہر نعمت سے فائدہ اٹھائیں۔جس طرح کرنٹ ہے اس کے منفی اور مضر اثرات کو ایک طرف کرتے ہوئے آج بہت سے کام کرنٹ سے بھی انجام پارہے ہیں۔اسی طرح سے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ چلانے اور استعمال کرنے سے پہلے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی خوف خداوندی سے سرشار کرلیا جائے۔دوزخ کے عذاب کا ادراک کیا جائے کہ بدعملی سے آگ میں جلنا پڑے گا اور جنت کی دائمی نعمتوں کا خیال اور دھیان دل میں جمالیں کہ ہر اچھے اور نیک عمل کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔پس اگر ہم انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کو دینی ملی اور قومی فوائد کے لئے استعمال کریں گے تو ہمارا یہ عمل بھی عبادت بن جائے گا اور تباہی سے محفوظ رہ جائیں گے۔

انٹرنیٹ کے متعلق ایک اہم مشورہ

انٹرنیٹ پر آنے والے دینی مواد کی فہرستیں جاری کی جائیں اور اپنے حلقہ اثر کو تلقین کی جائے کہ وہ ان پروگراموں کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھیں ، بلکہ جس طرح لٹریچر کے مطالعے میں علماء کرام سے مشورہ کرتے ہیں اسی طرح انٹرنیٹ کے استعمال کے سلسلے میں بھی مشورہ کیا کریں کہ کون سے پروگرام ہم لوگوں کے لئے سود مند ہو سکتے ہیں۔ورنہ تھوڑی سی عمر میں چرس ، گانجہ ، افیم ، حشیش اور نشہ آور ادویات کے عادی بچوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے گا۔آج امریکہ اور برطانیہ،فرانس ، جرمن اور دیگر ممالک میں تعلیم یافتہ طبقہ اپنے مقدر کو رورہا ہے اور اپنی ترقی پر آنسو بہارہا ہے کہ ہائے یہ کیسی ترقی اور کیسی خوشحالی ہے جس نے ہماری معاشرت اور ہمارے کلچر کو تباہ کردیا ہے۔پرانی روایات کا جنازہ نکال دیا گیا ہے اور شرم وحیا قصہ پارینہ بن گئی ہے۔

دینی کام کرنے والوں سے خاص گذارش

دینی کام کرنے والے افراد اپنے ذہن کو انٹرنیٹ کے رعب سے آزاد رکھیں اور اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دین کا کام کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔اور اس بات پر یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا کام ان کے مقدر میں رکھا ہے اتنا ہی وہ کر سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں ، اس لئے جہاں تک جائز اور صحیح راہ پر چل سکتے ہیں اور انٹرنیٹ کو استعمال کر سکتے ہیں ، وہاں تک استعمال کریں۔باقی جہاں محسوس ہو کہ اس سے ہمارے عقائد اور اعمالِ صالحہ پر ضرب آئے گی وہاں اس کو ترک کردیں اور اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جانیں کہ وہ دیکھ رہا ہے ۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

دینی اداروں کے ذمہ داران سے خصوصی گذارش

دینی اداروں میں استعمال ہونے والے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ صرف محفوظ ہاتھوں میں دیئے جائیں اور ہر دوسرے دن انٹرنیٹ کو ٹٹول کر دیکھا جائے کہ پچھلے دن اس پر کیا کچھ دیکھا گیا ہے، یاد رہے کہ انٹرنیٹ کے استعمال کا ریکارڈ اس پر محفوظ رہتا ہے چنانچہ نہایت آسانی کے ساتھ یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دنوں میں اس پر کیا کچھ کس کس وقت میں دیکھا گیا ہے؟ نگرانی کا یہ نظام انٹرنیٹ کے غلط استعمال کو روکنے میں انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

مکمل دینی شعور اور تربیت نہ رکھنے والے افراد اور کم عمر بچوں کو ہرگز انٹرنیٹ استعمال نہ کرنے دیا جائے ، اس لئے ضروری ہے کہ اس شعبہ کا نگراں جہاں اس کا ماہر ہو وہاں اس کے اندر تقویٰ پرہیز گاری کے جذبات بھی ہوں کہ وہ کسی بھی وقت

شیطان کے بہکائے میں آ کر پورے شعبہ کو تباہ و تاراج نہ کر سکے ورنہ یہ ترقی کے نام پر ہونے والے کام کاج جہنم کے راستہ پر لیجانے کا ذریعہ بنیں گے، مجھے شاہ فیصل جو سعودی حکمراں تھے، ان کی بات یاد آ رہی ہے، ان سے امریکن انتظامیہ نے بات کی کہ ہم ایسے ایسے الیکٹرانک سامان اور مشینیں ایجاد کریں گے کہ آپ کا ملک ان کو استعمال کر کے دنیا کی دیگر اقوام میں سر بلند ہو جائے گا، تو شاہ فیصل نے فرمایا کہ میں تو ٹیلی فون کا استعمال بھی درست نہیں سمجھتا لیکن آج کے دور کی مجبوری ہے ورنہ ان چیزوں کے جس قدر فوائد ہیں اس سے زیادہ ان کے نقصانات ظاہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب حضور سرور کائنات ﷺ کے صدقہ اور طفیل اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

عدل وانصاف کا منبع مذہب اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ.
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُو اللّٰهَ وَكُوْنُوْ مَعَ الصَّادِقِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بزرگو اور دوستو، اور عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں امن و امان رکھنے اور دنیا میں خیر اور بھلائی کے راستے، سچائی، اور نیکی میں پوشیدہ رکھے ہیں۔ عدل وانصاف دنیا میں امن وچین کا ذریعہ ہیں، کوئی قوم یا کوئی ملک اس وقت امن وسکون حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہاں کے حکام میں عدل ومساوات کے جذبات کارفرما نہ ہوں۔

دنیا میں جہاں ظلم وبربریت اور شیطانیت کے راستوں پر چل کر بہت سے بادشاہوں اور راجاؤں نے انسانوں پر مظالم کو جاری رکھا خون کی نہریں بہادیں

اور ایسے ظلم وستم کیئے کہ شیطان کو پیچھے چھوڑ دیا۔ دنیا میں فرعون، نمرود، قارون، ہلاکو خان، نازی اور ہٹلر، بش نمبر 1 اور بش نمبر 2 اور اسرائیل کے حکمرانوں میں شمعون جیسے حکمرانوں کے ظلم وستم کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ روس میں اسٹالن اور لینن اور برطانیہ میں چارج پنجم جیسے لوگوں نے امن وشانتی کے نام پر ایسے مظالم دنیائے انسانیت پر کیئے کہ تاریخ ان کو قیامت تک نہیں بھولے گی۔ لیکن ان سب کے برعکس مسلمان حکمرانوں نے اپنی حکومتوں کی عظیم تواریخ رقم کی ہیں۔ عدل وانصاف اور نیکی اور سچائی کے ایسے لاجواب اصول اور واقعات رقم کیئے ہیں جن کو دنیائے انسانیت آج بھی یاد کرتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام اور قرآن وسنت کی روشنی میں صحابہ نے تابعین نے تبع تابعین نے اور دیگر حکمرانوں نے ایسی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں کہ جن کے حق وانصاف کی آواز ساری دنیا میں گونجی اور ان کی تعریف اور حق پسندی کا غیروں پر ایسا سکہ بیٹھا کہ انہوں نے بغیر خون بہائے اپنی رضامندی سے مسلم حکمرانوں کو اپنے ممالک پر قبضہ دیدیا اور کہا آپ ہی اس لائق ہیں کہ حکومت چلائیں۔ آپ کی بادشاہت آپ کے نفس کے تابع نہیں بلکہ آپ کی بادشاہت قرآن وسنت یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع ہے۔ بلاشبہ آپ کے دنیا میں رہتے ہوئے دوسروں کو حکمرانی کا حق نہیں ہے۔

مسلمان حکمرانوں کا طرزِ عمل

مسلمان حکمرانوں نے کوئی موقع ایسا ہاتھ سے نہیں جانے دیا کہ انہوں نے اپنے طرز عمل سے سرِ مو ناانصافی کی ہو، ظلم وجبر کیا ہو، کسی حق دار کا حق مارا ہو، کسی یتیم کا مال چھینا ہو کسی بیوہ پر ظلم کیا ہو۔ جب بھی فیصلہ کا وقت آیا تو اپنے ذاتی مفادات اور اغراض کو بالائے طاق رکھ کر حق وانصاف کا پرچم بلند کیا ہے۔ تاریخ ایسے فیصلوں

سے بھری پڑی ہے۔ ہزاروں صفحات پر بکھری ہوئی مسلمانوں کی سچائی پر مبنی حکومت اور حکومت کی کارگذاری کی گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر صحیح معنوں میں اگر کسی نے حق کا بول بالا کیا ہے تو وہ غلامانِ مصطفیٰ ہیں جنہوں نے ہر موقع پر اپنے نفس کو کچل کر صرف اور صرف قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلے کیئے ہیں۔ آیئے میں آج ایک ایسا ہی واقعہ آپ کو فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا سناتا ہوں، جس میں عبرت ونصیحت بھی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت بھی۔ کتب تاریخ میں واقعہ کچھ اس طرح لکھا ہے کہ:

فاتح مصر کا واقعہ

مصر کی فتح کے بعد فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مفتوح قوم کیساتھ اسلامی رواداری کا ایسا برتاؤ کیا کہ وہ مسلمانوں کے اخلاقِ حسنہ اور بلند کردار کے اسیر بن گئے، غیر مسلم رعایا کو ان کے اپنے عقائد ونظریات کے مطابق عمل کرنے کی پوری آزادی تھی بلکہ عیسائی حکمرانوں کے زمانے میں بھی ایسی مذہبی آزادی ان کو حاصل نہ تھی، مصر کے ایک چوک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک مجسمہ نصب تھا، رات کو کسی نے اس مجسمے کی ناک توڑ دی، چونکہ یہ بت عیسائیوں کی عقیدت کا مرکز تھا اسلئے جب صبح کو عیسائیوں نے بت کی ناک ٹوٹی ہوئی دیکھی تو پورے شہر میں اضطراب آمیز سنسنی پھیل گئی، دیکھتے ہی دیکھتے عیسائی غول در غول آنے لگے اور مجسمے کی ٹوٹی ناک دیکھ کر ان میں غم وغصہ اور رنج والم کی کیفیت پیدا ہوتی گئی، شام تک پورے ملک کو اس افسوسناک حادثہ کا علم ہو گیا، چونکہ مجسمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا جو عیسائیوں کے لئے قابل احترام وعقیدت تھا اس لئے کسی کو تصور بھی نہ تھا کہ کسی عیسائی نے یہ حرکت کی ہوگی، بلکہ یہ کام تو کسی مسلمان سپاہی کا ہو سکتا ہے، لہٰذا عیسائیوں کی

طرف سے ایک وفد حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں فریاد لے کر پہنچا اور انصاف کا طالب ہوا۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ وفد کے ساتھ مروت و رواداری کے ساتھ پیش آئے اور آنے کی وجہ معلوم کی تب وفد کے نمائندہ نے عرض کیا:

حضور والا! آپ نے شہر کے چوک میں خداوند یسوع مسیح کا ایک مجسمہ دیکھا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں دیکھا تو ہے، کیا وہ غائب ہو گیا؟ نمائندہ نے کہا کہ حضور غائب تو نہیں ہوا لیکن رات میں کسی نے اس کی ناک توڑ دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام کسی مسلمان نے ہی کیا ہوگا۔

فاتح مصر نے کہا: مجھے یہ واقعہ سن کر افسوس ہوا، واقعی کوئی عیسائی ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔ وفد کے نمائندہ نے جواب میں کہا کہ یقیناً کوئی عیسائی اس کی جرأت نہیں کرے گا، یہ کام کسی مسلمان نے ہی کیا ہے کیونکہ اسلام میں بتوں کی پوجا منع ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ: مگر یہ بات بھی اسلامی دستور اور اصول کے منافی ہے کہ بلا سبب دوسرے مذاہب کے بتوں اور معبودوں کی بے عزتی کی جائے، مجھے اس واردات سے واقعی رنج ہوا آپ لوگ اس کی مرمت کرا لیں اس پر جو خرچ آئے گا ہم اس کو برداشت کریں گے۔

نمائندہ: نہیں حضور! اب اس کی مرمت نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمارے پاس اس کی ناک کا کٹا ہوا حصہ نہیں ہے اور اگر موجود ہوتا تب بھی اس کا جوڑنا ناممکن ہوتا۔

عمرو بن العاص: تب کیا ہوسکتا ہے؟

نمائندہ: حضور ﷺ آپ انصاف فرمائیں ہم کو اس توہین کا بدلہ ملنا چاہئے۔

عمر بن العاص: یقیناً انصاف ہوگا، تم اس کا تاوان مقرر کردو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کو پورا کیا جائے گا۔

نمائندہ: حضور والا جانتے ہیں کہ ہم پیارے یسوع کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں تو اتنی بڑی مذہبی توہین کا بدلہ چند درہموں سے کیسے چکا سکتے ہیں، ہاں ایک صورت ہے اگر آپ منظور کریں تو میں ذکر کروں۔

عمر بن العاصؓ: کہو وہ کون سی صورت ہے؟

نمائندہ نے اپنے وفد کے ارکان پر ایک نظر ڈالی پھر کچھ دیر تک خاموش رہ کر کہا وہ صورت یہ ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی مجسمہ بنوا دیں اور ہم اسی طرح (اس سے قبل کہ) عمر بن العاصؓ (جلال کے عالم) خاموش کمینو! اس کے ساتھ ہی ان کا ہاتھ تلوار کے دستے پر پہنچ گیا، چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، جسم فرطِ غضب سے تھرتھرانے لگا، کوئی دوسرا ہوتا تو عیسائی نمائندہ کا سر کاٹ چکا ہوتا، مگر عالی ہمت اور تحمل مزاج سپہ سالار غصہ پی گئے، ادھر عیسائی وفد کے اراکین تھر تھر کانپ رہے تھے کہ دیکھئے ہمارا کیا انجام ہوتا ہے۔ آخر جب کسی قدر غصہ کم ہوا تو سپہ سالار عمرو بن العاصؓ نے وفد سے فرمایا:

”تم انتہائی بدتہذیب اور سخت گستاخ ہو۔ دل تو کہتا ہے کہ تم سب کی گردنیں اڑا دوں لیکن چونکہ تم کو اس کا اندازہ ہی نہیں ہے کہ ہم غلامانِ محمدؐ اپنے آقا سے کس قدر محبت کرتے ہیں، ہمارے سامنے ہماری اولاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، ہمارا مال واسباب لوٹ لیا جائے، خود ہمارے جسم کی بوٹی بوٹی کر دی جائے، یہ سب ہمیں منظور، مگر یہ ممکن نہیں کہ کوئی خفیف سا کلمہ بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سنیں۔ ہمیں بہرہ ہونا منظور ہے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ برداشت نہیں۔ تم جانتے ہو کہ ہم بت پرست نہیں ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ کا مجسمہ بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی کو مجسمہ یا تصویر بنانے کی

اجازت دے سکتے ہیں اور نہ اس قسم کی حرکت کو برداشت کر سکتے ہیں۔تم نے مجسمہ کی بات کہہ کر ہمارے دل کو رنجیدہ کیا،تمہاری یہ درخواست کسی صورت میں منظور نہیں، اس کے علاوہ کوئی اور صورت انصاف کی ہو تو پیش کرو جس سے تمہاری تسکین ہو سکے کیوں کہ تم اس مجسمہ کو مقدس تصور کرتے تھے اس وجہ سے اس کی ناک کٹ جانے سے تمہارے دلوں کو رنج پہنچا ہے اس لئے تم ہم میں سے کسی کی ناک کاٹ کر مطمئن ہو سکتے ہو تو ہم اس کیلئے تیار ہیں۔عیسائیوں کا وفد حیران و پریشان کھڑا کانپ رہا تھا اور اپنی نادانی پر پچھتا رہا تھا،اس کے نمائندے نے جرأت کر کے کہا:حضور والا!ہمیں افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے آپ کو رنج پہنچا،واقعی ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ آپ لوگ اپنے نبی ﷺ سے اس قدر والہانہ و مؤدبانہ محبت کرتے ہیں،ورنہ ایسی حماقت اور گستاخی نہیں کرتے،ہمیں آپ کی پیش کردہ تجویز منظور ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بت کی ناک کے بدلے ہم کسی مسلمان کی ناک کاٹ لیں۔اس سے عیسائیوں کی تسلی ہو جائے گی۔حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ تم شہر میں منادی کرادو کہ تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور سب کے سامنے یہ کام کیا جائے۔اس کے بعد عیسائیوں کا وفد مطمئن ہو کر چلا گیا۔دوسرے دن اعلان کے مطابق ہزاروں افراد میدان میں جمع ہو گئے کہ کوئی خاص بات ہے،صورت حال کسی کو معلوم نہ تھی۔

کچھ دیر کے انتظار کے بعد مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ تشریف لائے اور عیسائی بطریق اعظم (لاٹ پادری) کے بغل میں کھڑے ہو کر مسلمان سپاہ کو خطاب کرنا شروع کیا۔

شاید آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ ہم لوگ کس لئے جمع ہوئے ہیں۔بات یہ ہے کہ پرسوں رات کسی شخص نے چوک پر رکھے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بت

کی ناک توڑ دی ہے اس کی شکایت لے کر عیسائیوں کا ایک وفد ہمارے پاس پہنچا تھا کہ یہ کام کسی عیسائی کا نہیں ہو سکتا،یقیناً کسی مسلمان نے یہ حرکت کی ہوگی اور مجھے ان کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا،کیوں کہ عیسائیوں کے نزدیک یہ مجسمہ بہت مقدس اور متبرک ہے،کسی عیسائی کی یہ ہمت نہیں ہو سکتی کہ اس کی بے حرمتی کرے۔

مسلمان اگرچہ بت پرستی،مجسمہ سازی کو حرام سمجھتے ہیں اور اسلام میں بت سازی،بتوں کی فروخت،بتوں کا احترام اور پرستش ممنوع ہے مگر اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسروں کے مذہب کی توہین کی جائے،ان کی دل شکنی کی جائے۔لہٰذا ہمارا یہ فیصلہ ہوا کہ کسی ایک مسلمان کی ناک کاٹ کر انصاف کیا جائے،چونکہ مجرم کا پتہ نہیں ہے اور امن وامان قائم کرنا،انصاف دلانا اور مجرم کو سزا دینا میرا کام ہے،میں اس کا ذمہ دار ہوں،اس لئے مجرم کا پتہ نہ ہونے کی صورت میں انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ میں ہی سزا بھگتوں،کیوں کہ میں سپہ سالار ہوں،میں نے امن نامہ لکھ کر اہل شہر کو دیا ہے،میری موجودگی میں کوئی بدامنی ہو یا کسی کو تکلیف پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوتے ہوئے عیسائیوں سے کہتا ہوں کہ میری ناک کاٹ لیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اتنا کہہ کر تلوار میان سے نکالی اور لاٹ پادری کے ہاتھ میں دیدی۔لوگ حیرت زدہ ہو کر اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے کہ اتنا بڑا مجمع کامل سکون سے بیٹھا ہے اور عدل وانصاف کے اس پیکر کو دیکھ رہا ہے جس کی پیشانی پر ایمان کامل کا نور چمک رہا تھا۔اس کے پیشتر کہ عیسائی پادری تلوار بلند کرتا اسلامی فوج کے افسران آگے بڑھے اور عرض کیا:کیا آپ کے بجائے ہم میں سے کسی کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی؟اس سے قبل کہ فاتح مصر اپنے فوجی افسروں کو جواب دیتے اسلامی لشکر کا ہر سپاہی آگے بڑھنے لگا۔حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو منع کیا۔ادھر عیسائی

پادری چاہتا تھا کہ فاتح مصر کی ناک کاٹ لے اس طرح مسلمانوں کو ذلیل کرنے کا موقع مل جائے گا اور دل کے بغض کا عملاً اظہار ہو جائے گا، کہ اچانک ایک مسلمان سپاہی گھوڑا دوڑا کر امیر کے سامنے کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں مجسمہ کی ناک تھی اس نے کہا کہ اصل مجرم میں ہوں، اس لئے مجھ کو سزا دی جائے، میری ناک کاٹی جائے۔

اس اچانک انکشاف پر اہل شہر اور زیادہ حیرت میں پڑ گئے، وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ مسلمان انسان ہیں یا فرشتے۔ آخر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بطریق اعظم نے تلوار فاتح مصر کے ہاتھ میں واپس دیدی اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: خداوند یسوع مسیح کی قسم! دراصل تم لوگ عیسائیت کا کامل بلکہ اکمل ترین نمونہ ہو، عدل وانصاف تم پر ختم ہے، کیسا پاک اور اطہر رہا ہوگا وہ وجود جس کے مذہب کو تم لوگ پھیلا رہے ہو، کس قدر سچائی اور نیکی کا نمونہ رہا ہوگا وہ انسان جس کے تم پیروکار ہو، کاش میں اس کے زمانے میں ہوتا تو ان کے پیروں کو دھو دھو کر پیتا۔ یسوع مسیح کی ناک کا کاٹ لینا اگرچہ بہت بڑا جرم ہے مگر اس جرم کا تم سے بدلہ لینا اس سے بڑا ظلم ہوگا، میں بطریق اعظم کی حیثیت سے اہل شہر کی جانب سے اس جرم کو معاف کرتا ہوں، تمہاری حکومت مصر پر قیامت تک قائم رہے، اہل شہر نے خوشی میں نعرہ لگایا۔ بطریق اعظم نے کلمہ پڑھا اور اس کے ساتھ ہزاروں عیسائی مسلمان ہو گئے۔

اس طرح اس نازک اور حق وانصاف پر مبنی فیصلہ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص عیسائیوں کیلئے ایسے حکمراں بن گئے کہ جس کی مثال قیامت تک کوئی دوسرا حاکم پیش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مسلم حکمرانوں اور بادشاہوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور حق وانصاف کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

بنی اسرائیل کے راہب کی عبرتناک داستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ .اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِىْ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنعمتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ ۝ آمِيْن صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو
ہے مرے دست تصرف میں جہانِ رنگ وبو
کیا زمیں، کیا مہرومہ، کیا آسمان تو بتو
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا غرب وشرق
میں نے جب گرما دیا اقوامِ یورپ کا لہو

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلباء! اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کیلئے پیغمبروں کو اور ان کے ساتھ آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا، آخری کتاب جو ساری دنیائے انسانیت کے لئے ہدایت اور تقویٰ کا ذریعہ ہے قرآن مجید ہے، جس کو حضور اکرم ﷺ نے سب انسانوں کے سامنے پیش کیا اور جسکی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، جس نے قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ ہدایت پا گیا اور گمراہی سے بچ گیا، شیطان انسان کا ازلی اور کھلا دشمن ہے۔ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

شیطان نہایت چالباز ہے۔ وہ عابد کو عبادت کے ذریعہ، زاہد کو ریاضت کے ذریعہ، عالم کو علم کے ذریعہ، صوفی کو تزکیہ کے ذریعہ، سخی کو سخاوت کے ذریعہ، غرض آدمی جس راستہ کو زیادہ پسند کرتا ہے اسی راہ کے ذریعہ انسان کو بھٹکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ شیطان ملعون سے پناہ مانگی اور اس کے مکروفریب سے امت کو آگاہ فرمایا ہے۔ شیطان اور اس کی ذریات انسان کو نیکی کی راہ سے اس قدر مکاری اور عیاری سے ہٹاتی ہے کہ بے چارے انسان کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ اس کے پاس مکروفریب کے ہزاروں جال موجود ہیں۔ نمازی کو نماز کے ذریعہ اور قرآن کی تلاوت کرنے والے کو قرآن کے ذریعہ گمراہ کر دیتا ہے، ایسا ہی ایک واقعہ بنی اسرائیل کے عابد کا ہے کہ اس نے شیطان کے چکر میں آکر نہ صرف اپنی عبادت کو اکارت کر دیا بلکہ خانقاہوں کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن گیا، شیطان نے یکے بعد دیگرے ایسے جال ڈالے کہ یہ عابد اس کے جالوں میں پھنستا چلا گیا۔ یہاں تک کہ موت کے وقت شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو بے ایمان بنا دیا۔ بالآخر کفر کی موت اس عابد کو نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو شیطان کے مکروفریب سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ شیطان سے پناہ مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت اور امن طلب کیا ہے، انسان کو کبھی اپنی عبادت، ریاضت، علم وعمل، تقویٰ اور نیکی اور خیر کے کاموں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔

قصہ بنی اسرائیل کے راہب برصیصا کا

بنی اسرائیل کے ایک راہب کا قصہ بڑا دردناک اور عبرت خیز ہے۔ اس راہب کا نام برصیصا تھا، وہ اللہ کا بڑا عبادت گزار بندہ تھا، دن رات عبادت میں مشغول رہتا تھا، اس نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی تھی اور یہی چیز ابلیس لعین کو پسند نہیں آئی۔ اس نے برصیصا کو راہِ حق سے ہٹانے کی بڑی کوشش کی مگر اس کو کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔

ایک دن ابلیس نے بڑے بڑے شیاطین کو اکٹھا کر کے کہا فلاں صومعہ (عبادت گاہ) میں برصیصا نامی ایک راہب شب وروز یاد الٰہی میں مگن رہتا ہے، اس کو ہم نے راہِ حق سے منحرف کرنے کی بے حد کوشش کی مگر ہمیں کامیابی نہیں ملی۔ تم میں سے کون ایسا جیالا ہے جو اس کو قابو میں کر کے اللہ سے غافل کر دے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ گمراہ ہو کر مرے، ابیض نامی شیطان بولا'' میں یہ خدمت انجام دینے کا وعدہ کرتا ہوں، ابلیس نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور ابیض اپنے مشن پر روانہ ہو گیا۔ ابیض نے راہبوں کی شباہت اختیار کی اور برصیصا کے صومعہ کے پاس پہنچا اور برصیصا کو پکارا مگر برصیصا عبادت میں مصروف تھا اس نے آواز کی طرف ذرا دھیان نہیں دیا۔

برصیصا دس دس دن تک لگاتار عبادت میں مشغول رہتا اور محض ایک دن فارغ کرتا، جب شیطان ابیض نے دیکھا کہ برصیصا اس کو خاطر میں نہیں لا رہا ہے

اورعبادات میں پوری طرح منہمک ہے تو وہ بھی صومعہ کے نیچے عبادت کرنے لگا، ایک دن برصیصا نے اپنے صومعہ سے نیچے جھانکا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص بڑے انہماک اوردلجمعی کے ساتھ یادالٰہی میں مشغول ہے، اس کی یہ حالت دیکھ کر برصیصا راہب کواس بات پر شرمندگی لاحق ہوئی اس نے اللہ کے ایک بندے کونظرانداز کیا، اس نے مجھے پکارا تو میں نے جواب بھی نہیں دیا پھر اس نے آواز دینے والے عابد سے معافی مانگی اوراس کی آمد کی غرض معلوم کی۔

شیطان نے کہا میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی خدمت میں رہ کر اللہ کی یادمیں مشغول رہوں اور آپ سے فیض حاصل کروں، آپ میرے حق میں دعاء کریں اور میں آپ کے حق میں دعا کروں، برصیصا نے کہا مجھے ذرا فرصت نہیں، میں عام مومنوں کے لئے دعائیں کرتا ہوں اگرتم مومن ہوگے تو اس میں تمہارا بھی حصہ ہوگا، یہ کہہ کر پھر برصیصا راہب اللہ کی یاد میں لگ گیا اور چالیس دن تک اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا، جب فارغ ہوا تو شیطان ''ابیض'' کو نماز میں مشغول پایا، برصیصا نے ابیض کے مجاہدہ کو دیکھا تو بہت متاثر ہوا اور پوچھا تمہاری کوئی غرض ہو تو بتاؤ ابیض بولا میری غرض صرف اتنی سی ہے کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیں اور میں آپ کے ساتھ رہ کر اللہ کی یاد میں لگا رہوں۔

برصیصا نے اجازت دے دی اور ابیض صومعہ میں رہنے لگا۔ ایک سال تک وہ اس کے ساتھ رہا، سال پورا ہونے کے بعد اس نے برصیصا سے کہا کہ میرے ایک دوست نے آپ کا نام مجھے بتایا تھا اور آپ کے مجاہدہ وریاضت کی بڑی تعریف کی تھی مگر میں نے یہاں آکر اس کے خلاف پایا، آپ سے زیادہ تو میرا وہ دوست عبادت کرتا ہے جس نے مجھے یہاں بھیجا تھا، اب مجھے آپ اجازت دیجئے تا کہ اپنے

دوست کے پاس ہی جا کر رہوں، ادھر برصیصا پر بھی ابیض کے مجاہدات کا اثر تھا اور وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص تو مجھ سے بھی آگے نکل گیا کیوں نہ اس کو روک لیا جائے، برصیصا نے ابیض کو بہ اصرار روکنا چاہا مگر وہ ٹھہرنے پر آمادہ نہیں ہوا تب ابیض نے کہا میں جاتے جاتے آپ کو کچھ خاص قسم کی دعائیں سکھا دینا چاہتا ہوں جو بیماروں، آسیب وسحرزدہ مریضوں کے علاج میں تیز بہدف ثابت ہوئی ہیں، آپ اس کے ذریعہ مخلوق کو فائدہ پہنچائیں۔

شیطان کا پلان

برصیصا راہب بلاشبہ اللہ والا تھا اور اللہ کی یاد میں ہمہ وقت مشغول رہنا چاہتا تھا، اس نے کہا میرے بھائی! مجھے یہ سب نہیں کرنا ہے، میں تو اللہ کی یاد میں لطف وسرور پاتا ہوں، مجھے کچھ نہیں چاہئے، مجھے ان بکھیڑوں میں پڑنے کی فرصت کہاں؟ لوگوں کواس کا علم ہو تو میری عبادت وریاضت سب دھری رہ جائے گی، لوگ میرا جینا دوبھر کردیں گے اور ابیض انسان تھا نہ اللہ والا تھا، وہ تو انسانوں کو گمراہ کرنے والا، بندوں کا رشتہ اللہ سے توڑنے والا شیطان تھا، وہ بھلا کہاں خاموش بیٹھنے والا تھا، وہ اپنے مشن پر نکلا تھا، ابلیس کواس نے زبان دی تھی اور برصیصا کو اللہ کی عبادت سے غافل کرنا اوراس کو جہنم میں دھکیلنے کا پلان لے کر چلا تھا اور روز بروز اس کی منزل قریب ہوتی جارہی تھی۔

ابیض برصیصا سے رخصت ہوکر ابلیس کے پاس پہنچا اور خوشخبری سنائی کہ اس نے برصیصا کی عاقبت برباد کرنے کا پورا انتظام کردیا ہے، اس کے بعد وہ اپنے مشن پر روانہ ہوگیا، اس نے پہلے تو ایک شخص کا گلہ دبوچا پھر معالج کی شکل اختیار کرکے اس کے گھر والوں سے کہا کہ اس پر آسیب کا اثر ہے کہو تو اس کا علاج شروع کردوں،

گھر والوں نے کہا ضرور علاج کرو، کچھ دیر جھاڑ پھونک کرتا رہا پھر اپنے سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق کہا میں اس پر قابو نہیں پا رہا ہوں البتہ ایک بزرگ فلاں صومعہ میں رہتے ہیں ان سے مل کر کہا جائے تو یقین ہے کہ مریض کو افاقہ ہوگا، ان بزرگ کے پاس اسم اعظم کا علم ہے، انسان غرض کا باؤلہ ہوتا ہے اور لوگ جو بھی مشورہ دیتے ہیں اور جہاں بھیجتے ہیں چلا جاتا ہے اور وہ سب کچھ کرتا ہے جو کرایا جاتا ہے۔ حرام وحلال کی بھی پرواہ نہیں کرتا، گھر والے مریض کو بزرگ کی خدمت میں لے کر گئے برصیصا نے ابیض کی تعلیم کردہ دعائیں پڑھیں اور دم کیا، مریض چنگا ہو گیا، اب ابیض برابر عمل کرنے لگا اور لوگوں کو برصیصا کے پاس علاج کی غرض سے بھیجنے لگا اور مریض صحت یاب ہونے لگے۔

عابد کی تباہی

برصیصا اس طور پر لوگوں کے کام آنے لگا اور عبادت میں بھی لگا رہا، ابیض کو ابھی چین نہیں پڑا، اس کو تو ایک عابد وزاہد کی عاقبت تباہ کرنی تھی، ایک دن وہ بنی اسرائیل کی ایک شہزادی کی خوابگاہ میں داخل ہوا، شہزادی کا باپ مر چکا تھا اور وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ محل میں رہتی تھی، وہ تین بھائیوں میں اکیلی بہن تھی اور بادشاہ کا بھائی یعنی شہزادی کا چچا بادشاہ کا جانشین مقرر ہوا تھا، سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا ایک دن شہزادی یکا یک رونے چلانے لگی، اس کی حالت دیکھ کر لوگوں نے کہا اس پر آسیب کا اثر ہو گیا ہے، ہوا یہ تھا کہ ابیض نے اس کا گلہ دبانا شروع کر دیا تھا پھر وہی مردود طبیب بن کر وارد ہوا اور مشورہ دینے لگا کہ مریضہ پر بہت زبردست خبیث مسلط ہو گیا ہے اور اس کا علاج سوائے برصیصا کے اور کسی کے بس کا نہیں ہے، اس مریضہ کو ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے اجازت حاصل کر کے ان کے صومعہ میں

چھوڑ دو، جب وہ ان کے قریب رہے گی تو اس کے احوال بزرگ کو معلوم ہوتے رہیں گے اور جس وقت خبیث سوار ہوگا وہ اپنی دعا کے ذریعہ اس کو اچھا کر دیں گے اس کے بعد اس کو وہاں سے لے آنا۔

شہزادوں نے کہا بھلا وہ بزرگ کیوں ایک عورت کو اپنی عبادت گاہ میں جگہ دینے لگے، وہ تو تارک الدنیا ہیں، ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، ان کو کیا پڑی ہے، انہیں کسی سے کیا لینا دینا، تم کوئی اور مشورہ دو، کوئی دوسری راہ دکھلاؤ، ہم تو وہاں نہیں جاتے تب شیطان نے کہا، ایسا کرو، راہب کے صومعہ کے پاس ہی تم ایک صومعہ بناؤ اور اتنا بلند بناؤ کہ اس میں سے جھانک کر بزرگ کو دیکھ لیا کرو، اگر تمہاری درخواست بزرگ راہب نہ قبول کریں تو جیسے تیسے شہزادی کو چھوڑ کر چلے آؤ، اور اتنا کہہ دو کہ یہ آپ کے پاس امانت ہے، ثواب کی خاطر اس کی خبر گیری کر لیا کریں اور اس کے حق میں دعاء کر دیا کریں، اللہ نے چاہا تو یہ صحت یاب ہو جائے گی شہزادوں نے بات مان لی اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا۔

راہب انکار ہی کرتا رہا مگر ابیض نے شہزادوں کو جو پٹی پڑھائی تھی وہ ان پر پوری طرح اثر کر چکی تھی، شہزادے بہن کو چھوڑ کر چلے آئے، برصیصا راہب عبادت سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ حسن وجمال کا ایک پیکر سامنے ہے، نظر پڑتے ہی ہوش وحواس جاتے رہے، طبیعت میں عجیب سا ہیجان پیدا ہوا اور دماغ مختل ہو گیا، کہاں اللہ کی یاد اور محبت الٰہی کا کیف ونشاط اور کہاں ایک قتالہ کا حسن ایمان سوز، برصیصا پر عجیب سی کیفیت طاری تھی، وہ سوچنے لگا میں کہاں جاؤں، کیا کروں، یہ کیسی مصیبت سر پر آپڑی ہے، میں نے تو سختی سے انکار کیا تھا، وہ لوگ کہاں گئے جو اس کو لے کر آئے تھے اور یہاں چھوڑ کر چلے گئے، کہیں یہ عورت

میری تباہی کا پیش خیمہ تو نہیں بن جائے گی، میں سالہا سال سے اپنے صومعہ میں پڑا یاد الٰہی میں مصروف ہوں، میں تو تارک الدنیا ہوں، میں نے رہبانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، عورت، گھر اور بیٹا بیٹی یہ سب کیا ہے، اس عورت سے میرا کیا رشتہ؟ یہ کیوں آئی ہے، اس کو تو محلوں کی رانی بننا چاہئے تھا، ایک تارک الدنیا اور راہب کی عبادت گاہ میں اس کا کیا کام؟

راہب ان ہی خیالات میں گم تھا کہ یکا یک شہزادی نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا، قصہ یہ تھا کہ شیطان نے آکر اس کا گلہ دبانا شروع کر دیا تھا، ابیض نے راہب کو ایسے موقعوں پر پڑھنے کی جو دعائیں سکھائی تھیں ان کا ورد کرنے اور دم کرنے لگا، تھوڑی ہی دیر میں شہزادی کو آرام مل گیا اور اس کے بعد راہب پھر عبادت میں مصروف ہو گیا، دوبارہ پھر شیطان نے گلہ دبانا شروع کر دیا اور بے خبری و بے ہوشی کے عالم میں شہزادی کا ستر بھی کھل گیا، شیطان نے راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا اور برے کام کی ترغیب دی اور یہ بھی کہا کہ مطلب براری کر لو اور اس کے بعد توبہ کر لینا، اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

شیطان نے تباہ کر دیا

شیطان مردود نے ایک اللہ والے کو تباہ کر ڈالا، راہب تمام تر احتیاط کے باوجود شیطان کے پھندے میں آ گیا اور وہ کام کر ڈالا جس سے بچنے کیلئے اس نے رہبانیت کی زندگی اختیار کی تھی، دنیا کو ترک کیا تھا اور گوشہ گیر ہوا تھا، وہ سوچنے لگا مجھے کیا ہو گیا، میں کہاں پھنس گیا، اب تو وہ شہزادی کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا اور آنے جانے کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا یہاں تک کہ شہزادی کو حمل بھی قرار پا گیا پھر مردود شیطان آیا اور برصیصا سے کہنے لگا تم نے تو بڑا غلط کام کر ڈالا، اگر تم یہ کام کر لو کہ

عورت کو ٹھکانے لگا دو اور توبہ کر لو تو تم صاف بچ جاؤ گے اور جب اس کے بھائی آئیں اور پوچھیں کہ ہماری بہن کیا ہوئی تو کہہ دینا شیطان جو اس پر سوار تھے اٹھا لے گئے، میں اس کو اپنے عمل سے نہ روک سکا، برصیصا نے شہزادی کو قتل کیا اور پہاڑی پر لے جا کر دفن کر دیا، شیطان وہاں بھی آ دھمکا، رات کی تاریکی میں کسی کو کیا خبر کہ پہاڑی پر کیا ہو رہا ہے، ایک عبادت گزار بندہ اپنے گناہ کی پردہ پوشی کیلئے یہاں آیا ہوا ہے اور مطمئن ہے کہ جو گناہ اس سے سرزد ہوا ہے، اس کی کسی کو بھنک بھی نہ لگ پائے گی اور وہ اپنے ارادہ و مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

مگر اس کو کیا معلوم کہ جس شیطان لعین نے روز اول اس کو ورغلایا تھا، اس کو جھوٹی سچی دعائیں سکھائی تھیں اور یہ کہا تھا کہ آسیب زدہ و سحر زدہ لوگ تمہاری دعاء سے صحت یاب ہوں گے ان سب کارروائیوں کے پیچھے اسی کا ذہن تو کام کر رہا تھا، وہی مریضوں کا گلہ دباتا تھا پھر وہاں سے ہٹ جاتا تھا پھر ذرا دیر کو مریضوں کو آرام مل جاتا تھا، یہ آنکھ مچولی شیطانی عمل کا ایک حصہ ہوا کرتی تھی، شیطان کو اللہ کی یاد اور اللہ کی محبت سے انسانوں کو غافل کرنے میں جو لطف آتا ہے وہ کسی چیز سے نہیں حاصل ہوتا، وہ مسلسل راہب کو تباہی کے غار میں دھکیلے جا رہا تھا اور بے چارہ راہب غافل تھا۔

شیطان نے آتے ہی شہزادی کے کفن کا کنارہ پکڑ لیا جس کی وجہ سے وہ مٹی میں نہ دب سکا اور نظر آنے لگا۔ برصیصا کو کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا، پہاڑی سے اتر کر وہ اپنے صومعہ میں آیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔

شہزادی کے بھائی کبھی کبھی بہن کی خبر لینے آیا کرتے تھے، آج بھی وہ آ دھمکے اور جب بہن کو نہیں پایا تو متفکر ہوئے، راہب سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ شیطان اٹھا لے گیا اور میں اس کو روک نہیں پایا، شہزادوں نے راہب کے جواب کو صحیح

سمجھا اور یقین کرلیا، رات میں شیطان نے خواب میں شہزادوں کو یقین دلایا کہ بزرگ نے ایسی ایسی حرکت کی ہے، تمہاری بہن کو مارڈالا ہے اور فلاں جگہ لے جا کر دفن کردیا ہے، پہلے تو شہزادوں نے اس پر یقین نہیں کیا مگر جب بار بار سب بھائیوں کو اسی قسم کے خواب نظر آنے لگے تو سب اکٹھا ہوکر راہب کے پاس گئے اور اپنی بہن کے بارے میں سوال کیا، راہب نے وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی مگر شہزادوں نے یقین نہیں کیا، راہب یہی کہتا رہا کہ شیطان اس کو اٹھا لے گیا ہے، تم لوگ خوامخواہ میرے اوپر تہمت لگا رہے ہو، سب بھائیوں نے بیک زبان کہا، ہرگز ہم آپ پر تہمت یا الزام نہیں لگا رہے ہیں، آپ تو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، بس آپ یہ بتادیں کہ بہن کہاں گئی ہے، شہزادے مایوس ہوکر لوٹ آئے۔

شیطانی خواب

پھر شیطان نے انہیں خواب میں بتایا کہ فلاں پہاڑی پر تمہاری بہن دفن ہے، تم وہاں کیوں نہیں جاتے، وہاں جا کر دیکھو تمہاری بہن کے کفن کا ایک کنارہ بھی قبر سے باہر نظر آرہا ہے۔ وہ لوگ اس جگہ گئے تو ایک ایک چیز کی تصدیق ہوگئی اسکے بعد سرکاری عملہ کو لگا کر انہوں نے راہب کی عبادت گاہ کو ڈھادیا اور برصیصا کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں پیش کردیا۔ راہب نے جرم کا اقرار کرلیا۔ یہاں بھی ظالم اور خبیث شیطان نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اس سے کہا کہ اقرار کرلو ورنہ دودو جرم عائد ہوں گے، ایک عورت کے قتل کا دوسرا انکار کا، باشاہ نے پھانسی کا حکم دے دیا۔

پھانسی کے تختہ پر جس وقت راہب کو چڑھایا گیا پھر شیطان آیا اور کہا برصیصا! کیا تم نے مجھے پہچانا؟ برصیصا نے جواب دیا نہیں تب اس نے کہا میں وہی ہوں جس نے تم کو دعائیں اور پھونک جھاڑ کا عمل اور تنتر منتر سکھایا تھا، تم نے امانت میں

خیانت کی، تم بہک گئے، تم ہماری بتائی ہوئی دعاؤں اور عملیات سے مریضوں کو، آسیب زدہ اور سحر زدہ لوگوں کو صحت یاب کرتے تھے مگر تم نے کیا غضب کیا، شہزادی کے ناموس کو لوٹا، تم اپنے کو بنی اسرائیل کا سب سے بڑا عبادت گزار انسان سمجھتے تھے اور لوگ بھی تمہیں خدا رسیدہ بزرگ مانتے تھے، تمہاری عبادت وریاضت کے قائل اور قدرداں تھے، تمہارے پاس دعائیں کرانے آتے تھے، تم عبادت میں مشغول ہوتے تھے تو لوگ جھروکوں سے تمہاری زیارت کرلیا کرتے تھے، تم نے کیا کیا، اپنے پاؤں میں خود ہی کلہاڑی مارلی، تم نے جو کچھ کیا تھا اس کا اقرار بھی کرلیا اور پھانسی کے تختہ تک پہنچ گئے مگر ذرا یہ تو سوچو کہ تمہاری اس حرکت سے کتنے عابدوں اور زاہدوں کی رسوائی کا سامان ہوگیا، تم اسی حال پر مرگئے تو تمہارے جیسے دوسرے راہب اور تارک الدنیا بزرگوں کا کیا حال ہوگا؟

شیطان نے ایمان پر ڈاکہ ڈال دیا

برصیصا شیطان کی تقریر سن کر بے چین ہوگیا اور پوچھ بیٹھا، تم ہی بتاؤ میں کیا کروں کوئی ترکیب بتاؤ کہ میں بھی بچ جاؤں اور دوسرے عابد وزاہد لوگ بھی رسوا اور بدنام نہ ہوں، شیطان اب بھی نہیں چوکا، جھٹ سے بولا، میری مانو تو اب بھی تمہیں نجات مل سکتی ہے اور ابھی تمہیں یہاں سے بحفاظت نکال لوں گا، برصیصا نے پوچھا وہ ترکیب کیا ہے بتاؤ تو سہی، شیطان ''ابیض'' بولا، مختصر سا کام کرنا ہوگا تم مجھے سجدہ کرلو میں تمہیں بچالوں گا، دیکھئے وہ راہب جس نے عبادت وریاضت میں اپنی ساری عمر کھپادی شیطان کے چکمہ میں آکر وہ کام کرگیا جو اس کو کسی حالت میں نہیں کرنا چاہئے تھا، راہب نے شیطان کو سجدہ کرلیا، شیطان بولا، میں یہی چاہتا تھا، برصیصا! تم بڑے عبادت گزار بنتے تھے، تم پر سارے ڈورے میں نے

ہی ڈالے تھے تمہاری رہبانیت اور تمہاری بزرگی اور کرامت میں نے دیکھ لی، تم میرے داؤں میں آگئے میری غرض پوری ہوئی، تم کو کفر کی وادی میں دھکیل کر میں کتنا خوش ہوں تم کو کیا بتاؤں تم جہنم میں جاؤ اب تم سے میری کوئی غرض وابستہ نہیں ہے، میرا کام پورا ہوگیا۔

عبرت کی جا ہے، دیکھنا چاہئے کہ ابلیس نے پہلے تو راہب برصیصا پر داؤد چلا مگر جب کامیابی نہیں ملی تو ایک زبردست شیطان ''ابیض'' کو کمان سپرد کی اور اس نے برصیصا کو تباہ کر کے چھوڑا۔

یہاں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ رہبانیت تمام تر گمراہی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: لاَ رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلاَمُ (یعنی اسلام میں ترک دنیا کی کوئی گنجائش نہیں ہے) ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ جھاڑ پھونک اور تنتر منتر کا جو مشرکانہ وکافرانہ طریقہ ہے، اس سے کامل پرہیز ضروری ہے۔ اختلاط مردوزن غلط ہے، عورتوں کا بلا جھجک ڈھونگی پیروں اور پیسے کے لالچی عاملوں کے پاس جانا غلط ہے۔ یہی بگاڑ کی اصل جڑ ہے شیاطین ایسے ہی موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور عورتوں اور مردوں پر وار کرتے ہیں، ورغلاتے ہیں اور بربادی کے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین!

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْن وَسَلاَمٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ.
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆

داڑھی

تمام مذاہب میں سربلندی کا باعث

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ يَا ابْنَ أُمَّ لاَ تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلاَ بِرَأْسِيْ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

ترجمہ: کہا ہارون ؑ نے اے میرے بھائی نہ پکڑ میری داڑھی کو اور نہ میرے سر کے بالوں کو، میں نے اس خوف سے ان پر سختی نہ کی کہ کہیں آپ یہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل میں اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ (طٰہٰ۹۴)

جزاک اللہ کہ چشمم باز می کردی
مرا جانم باجانم، کہ ہمراز می کردی

میرے بزرگو اور دوستو! جب حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں بچھڑے کی پوجا بنی اسرائیل کرنے لگے تو حضرت موسیٰؑ چونکہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کا نگراں بنا کر گئے تھے۔ تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے مؤاخذہ کے طور پر حضرت ہارونؑ کی داڑھی پکڑ لی، جس کا اوپر آیت پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں داڑھی مرد کی زینت اور مردانگی کی علامات میں سے تصور کی جاتی تھی اور داڑھی کا منڈانا عیب سمجھا جاتا تھا، اس لئے ہر کس و ناکس داڑھی رکھتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مِنْ فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ اَخذُ الشَّارِبِ واِعفاءُ اللحیٰ فاِنَّ المجُوسَ تعفی شواربھا وتخفی لُحافَحا لفُوھُمْ خُذوا شَوَارِبکُم واعُفوٓ لُحَاکُمْ۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اسلام کی فطرت مونچھوں کا لینا (کٹوانا) ہے اور داڑھی کا بڑھانا ہے، اس لئے کہ مجوسی لوگ اپنی مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور داڑھی کو کٹواتے ہیں، لہٰذا ان کی مخالفت کرو، مونچھوں کو کٹوایا کرو اور داڑھی کو بڑھایا کرو۔‘‘

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ بھی داڑھی رکھتے تھے، لیکن آگ کی پوجا کرنے والے پارسی لوگ داڑھی منڈواتے تھے اور مونچھوں کو بڑھاتے تھے۔

اس زمانہ کے نوجوانوں کو سن کر تعجب ہوگا کہ اسلام کے کٹر دشمن عقبہ، شیبہ، ابوجہل، ابولہب بھی داڑھی رکھتے تھے، گویا داڑھی ہر مرد رکھنا ضروری سمجھتا تھا کیوں کہ عورتوں کو سر کے بال سے اللہ تعالیٰ نے زینت بخشی اور داڑھی سے مردوں کو وقار عطا فرمایا، مردوں کے چہروں پر داڑھی سے رعب و دبدبہ اور چہرے کی خوبصورتی قدرتی امور میں سے ہے۔

آج جو لوگ یعنی مسلمان اپنے چہروں کو داڑھی سے مزین نہیں رکھنا چاہتے۔ اور دشمنانِ اسلام کی تقلید کرتے ہیں وہ اس معاملہ میں ابوجہل ابولہب سے بھی بدتر ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور آخر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی لیکن داڑھی جیسی قدرتی نعمت اور عطا کو اپنے چہروں سے علیحدہ نہ کر سکے۔

داڑھی کے ثبوت کے چار طریقے

اگر انبیاء علیہم السلام کسی چیز کا استحسان ظاہر فرمائیں تو عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اگر کسی چیز کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ کر خود اپنا اسوہ بنالیں تو منہاج نبوت کے عقیدت مندوں کا خوشگوار وظیفہ یہی ہونا چاہئے کہ وہ بھی اسے دستور العمل بنالیں اور اگر یہ مقدس طبقہ کسی چیز کے بارے میں ترغیبی کلمات بھی استعمال فرمائے یعنی دوسروں کے حق میں بھی اسے پسند کرے تب تو وہ حرز جان بنا لینے کے قابل ہے اور اگر اس سے آگے ہو کر کسی چیز کو وہ اپنی امت کے حق میں ضروری قرار دے تو اس کیلئے تو سرتاپا تعمیل اور اس کے خلاف سے سرتاپا گریز بن جانا چاہئے ظاہر ہے کہ کسی چیز کی مشروعیت یا خدائی دستور کے جزو ہونے کی یہی چار صورتیں ہوسکتی ہیں کہ یا وہ بذات خود مستحسن کہی جائے یا اسوۂ پیغمبر ہو یا اس کے بارے میں ترغیبی عنوان اختیار کیا گیا ہو اور یا اس کا صریح امر و نہی کیا گیا ہو۔

اب اگر کسی چیز میں یہ چاروں طریقے اختیار کئے گئے ہوں کہ وہ خود بھی اچھی بتائی گئی ہو اسوۂ پیغمبر بھی ہو اس کی ترغیب بھی دی گئی ہو اور اس کا امر بھی کیا گیا ہو تو اس سے زیادہ اس کے شرعی ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ داڑھی کے مسئلہ میں حسن اتفاق یہ چاروں وجود مشروعیت جمع ہیں۔

داڑھی رکھنا کسی دلیل کامحتاج نہیں

ٹھیک اسی طرح داڑھی رکھنا بھی فطرتاً بتلایا گیا ہے گویا اس کا ہونا تو اصل ہے اور نہ ہونا خلاف اصل ہے پس اس کے رکھنے کا ارادہ اور وقوع اصلی ہے جو انسان کی سرشت میں پڑا ہوا ہے کسی عارضی یا خارجی قوۃ سے اسے بے وجہ سمجھا نہیں گیا ہے کہ وہ باہر کے دباؤ سے اسے مان رہا ہے اور وہ چونکہ اصل اور بمنزلہ صحت کے ہے تو اس کیلئے کسی خاص سبب یا تعلیم وتلقین یا دلیل کی حاجت نہیں صرف سلامتی طبیعت کافی ہے البتہ ریش تراشی چونکہ خلاف اصل اور بمنزلہ مرض کے ہے اس لئے وہ ضرور کسی بیرونی عارضہ اور دباؤ سے ہی ہوسکتی ہے۔ جس کے سبب اور محرک کی تلاش کی جائے گی او روہ بھی اس لئے کہ اس سبب کا ازالہ کرکے اس کے خلاف اصل مرض کو زائل کیا جائے نہ کہ اس لئے کہ ان غیر طبعی عوارض کو جنہوں نے ریش تراشی پر آمادہ کیا تھا اصل قرار دے کر ریش تراشی کو صحت سمجھ لیا جائے اور اسے پالا پوسا جائے۔ بہرحال داڑھی کے منکروں کے مقابلہ میں سب سے بڑی اور سب سے پہلی دلیل تو یہی ہے کہ اسے فطرۃ کہہ کر مُسْتَغْنٰی عَنِ الدَّلِیْلُ بتلایا گیا ہے۔ جو سو دلیلوں سے بڑھ کر دلیل ہے گویا اس کے ثبوت اور وقوع کے لئے دلیل کا مطالبہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ طبیعت کا اندرونی تقاضا ہی اس کے لئے دلیل ہے جبکہ وہ صحت ہے مرض نہیں دلیل کا مطالبہ اگر ہوسکتا ہے تو داڑھی کے منکروں سے ہوسکتا ہے جو ایک خلاف فطرۃ کا مکر رہے ہیں مگر وہی آج تک داڑھی منڈانے یا ترشوانے کی کوئی معقول حجۃ بجز شوقینی نفس یا کسی غلط رواج اور ماحول کی اندھی تقلید کے پیش نہیں کرسکے ہیں مگر اس دور کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے کہ داڑھی نہ رکھنے والے داڑھی والوں سے دلیل کا مطالبہ کررہے ہیں حالانکہ یہ حق داڑھی والوں کا ہے کہ وہ منڈوانے والوں سے حجۃ طلب

کریں۔ پس آج کے لوگوں کا یہ کہنا کہ داڑھی رکھنے کی آخر دلیل کیا ہے جو علماء ہم سے داڑھی رکھنے کا مطالبہ فرماتے ہیں ایک مہمل اور لایعنی سوال ہے۔

معقول سوال یہ ہے کہ آخر داڑھی نہ رکھنے کی کیا دلیل ہے؟ کیونکہ سوال صحت کی وجہ کا نہیں ہوتا بلکہ مرض کی وجہ کا ہوتا ہے۔ طبیب کسی کے گھر کبھی اس لئے نہیں جاتا کہ اہل بیت کی تندرستی کی وجوہ دریافت کرتا پھرے کہ وہ اصل ہے اور اصل کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں اور وجودی چیز ہے اور وجود اپنی دلیل خود ہے۔ وہ گھروں پر اس لئے جاتا ہے کہ مریض کے مرض کی وجوہ تلاش کرے کہ مرض عدمی چیز ہے اور عدم بغیر کسی محرک اور مراجع کے وجود پذیر نہیں ہوتا تو اسی کے وجوہ واسباب بھی دریافت کئے جاتے ہیں تاکہ ان کا ازالہ کرکے تمام امراض سے نجات دلائی جاسکے۔ درخت پر پھل آجائیں تو کوئی وجہ دریافت نہیں کرتا کہ کیوں لگے ہیں لیکن نہ لگیں تو اس عارضہ کی وجہ ضرور تلاش کی جائے گی کہ اس کے ازالہ سے اس مرض کا ازالہ کیا جائے۔

داڑھی پر اجماع انبیاء

پھر اس سنت کے لفظ کو احادیث طیبہ میں کسی ایک رسول یا ایک ہی نبی کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ سنت المرسلین (سارے رسولوں کی سنت) کہہ کر تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس سے داڑھی رکھنے کا مسئلہ اجماع انبیاء سے ثابت شدہ مسئلہ نکلتا ہے۔

داڑھی اور تعامل انبیاء

پھر کسی ایک پیغمبر سے بھی داڑھی منڈانا، یا پست کرانا ثابت نہیں اور اس سنت کے عمل سے کوئی ایک نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے اس لئے داڑھی رکھنے کا عمل تعامل انبیاء سے بھی ثابت ہوجاتا ہے جو اس کے لازم العمل ہونے کی دلیل ہے۔

داڑھی تمام ادیان وشرائع میں ضروری ہے

دوسرے لفظوں میں اسی جماعت کو سامنے رکھ کر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ داڑھی کا طریقہ کسی ایک دین اور شریعت کا مسئلہ نہیں بلکہ کل شرائع و مذاہب کا اجمالی طریقہ ہے۔

داڑھی تمام اقوام وملل کا متفقہ مسئلہ ہے

جب کہ دنیا کی ہر قوم وملت کسی نہ کسی مذہب ہی سے تشکیل یافتہ ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام اقوام وملل کا مسئلہ ہے جس پر قول کا اجماع ہے پس جہاں لفظ فطرۃ سے طبعی رنگ میں یہ مسئلہ اجماع اقوام وملل کا اجماعی مسئلہ نکلتا تھا، وہیں اس اجماع شرائع سے یہ مسئلہ شرعی رنگ میں بھی امتوں کا اجماعی مسئلہ ثابت ہوجاتا ہے پس داڑھی بڑھانے کے بارے میں اگر ایک امت کا اجماع کسی مسئلہ کے ثبوت کیلئے شرعی حجۃ ہوسکتا ہے تو تمام اولین وآخرین کا اجماع اور بلا استثنٰی سارے انبیاء ورسل اور سارے اولیاء وعلماء کا اجماع آخر کس طرح حجۃ نہیں بنے گا؟

دریں صورت اس مسئلہ کی ضرورت سے انکار کرنا گویا تمام شرائع اور تمام انبیاء کے ایک مشترکہ شرعی تقاضے کا انکار اوران کی عملی تکذیب ہے سو اگر ایک امت کے اجماعی مسئلہ کا انکار فسق ہے تو اقوام عالم اور اولین وآخرین کے اس کھلے اجماعی مسئلہ کا انکار فسق کے کس درجہ پہنچا ہوا ہوگا؟ بہر حال لفظ فطرۃ لفظ سنت پھر لفظ مرسلین سے داڑھی رکھنے کی نظری ضرورت ہی نہیں بلکہ عملی ضرورت بھی ثابت ہوجاتی ہے جو اس مسئلہ کی مشروعیت کیلئے ایک واضح دلیل اور حجت ہے جس سے انکار کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہوسکتا۔

داڑھی کے وجوب کا استنباط

پھر نہ صرف ضرورت بلکہ غور کیا جائے تو اسی سے داڑھی رکھنے کا وجوب بھی ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر مواظبت بلا ترک فرمائی ہے یعنی ہمیشگی کے ساتھ داڑھی رکھنے کے عمل کو جاری رکھا ہے جس میں کبھی تخلف نہیں ہوا جو اصولاً وجوب کی علامت ہے اگر مواظبت مع الترک ہو یعنی کبھی کبھی آپ نے اس عمل کو ترک بھی فرما دیا ہو تو وہ عمل سنت کہلاتا ہے، لیکن داڑھی رکھنا کبھی ایک ساعت کیلئے بھی حضور ﷺ نے ترک نہیں فرمایا اسلئے اس مواظبت بلا ترک سے ہم داڑھی رکھنے کے وجوب پر بھی استدلال کرسکتے ہیں۔

داڑھی پست کرانا تغیر خلق اللہ میں داخل ہے

پھر قطع نظر تشبہ کے داڑھی پست کرانے کا فعل تغییر خلق اللہ اور خدا کے دیئے ہوئے حسن وجمال کی تخریب بھی ہے جس نے مردوں کو مردانہ حسن اور عورتوں کو زنانہ حسن دے کر بطور منت انہیں فرمایا ہے: ''اس نے تمہیں (ہر ایک کے مناسب حال) صورت دی اور تمہاری صورتوں کو حسین تر بنایا ہے (قرآن کریم) اس حسن وجمال میں بلا مرضی موجد مداخلت اور اس کو بگاڑنا ظاہر ہے کہ کوئی منقبت نہیں معصیت ہی ہوسکتا ہے جسے شیطانی حرکت کہا جائے گا۔ چنانچہ عورتوں کی ایسی تغیر کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے اسے شیطانی ولایت کی کارگزاری سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور یقیناً میں حکم کروں گا انہیں، پس وہ لوگ اللہ کی خلقت میں تبدیلی کریں گے اور جس نے اللہ کے علاوہ شیطان کو مددگار بنالیا، تو وہ کھلے ہوئے نقصان میں پڑے گا۔ (قرآن کریم)

گودنا گودوانا اور دانتوں کو شو کیلئے رتوانا

تغیر حدیث نبوی ﷺ میں جب اس لئے لعنت قرار دیا گیا کہ ان میں اللہ کی بناوٹ کی تخریب ہو جاتی ہے تو داڑھی اور چوٹی کے حسن خدا داد کو بلا اذن الٰہی مٹانا گھٹانا کیوں تغیر خلق اللہ میں شامل اور موجب لعنت نہ ہوگا؟ یہ الگ بات ہے کہ تغیر خلق اللہ کہیں گھٹانے سے ہوتی ہے جیسے داڑھی اور چوٹی بڑھانے سے ہوتی ہے۔

جیسے بغل اور زیرناف کے بال پس جیسے گھٹانے کی چیز کو بڑھانا خلاف فطرت ہے ویسے ہی بڑھانے کی چیز کو گھٹانا بھی خلاف فطرت ہے حیرت ہے کہ لوگوں کے نزدیک ناخنوں اور بغل اور زیرناف کے بالوں کے بارے میں تو وہی حدیث اور اس کا حکم نہ حجت ہو اور نہ قابل اعتراض ہو؟ ایک بام و دو ہوائے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ چہرہ مہرہ کی جمال پسندی اور جمال آرائی کا معیار تو لوگوں نے اختیار کیا مگر ہوائے نفس یا رواج یا ماحول سے مرعوب ہو کر اختیار کیا جسے ضرورت کے وقت کبھی شریعت کے سر ڈال دیا جاتا ہے اور کبھی بات نہ بننے کی صورت میں صاف یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ شریعت نے اس کا کوئی معیار ہی مقرر نہیں کیا بلکہ اسے ہمارے اختیارات تمیزی پر چھوڑ دیا ہے، اس کا حاصل وہی ہے جو مشرکین عرب فواحش کا ارتکاب ہوائے نفس سے کر کے کہہ دیا کرتے تھے کہ ”اور یہ لوگ جب کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا، اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم فرمایا ہے آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں فرماتا۔ کیا تم ایسی باتیں اللہ پر لگاتے ہو جنہیں تم جانتے نہیں؟“ (قرآن)

بہرحال داڑھی پست کرانے میں جیسے تَشَبَّہَ بِالْکُفَّارِ سے معصیت کی بو آتی تھی ویسے ہی تَشَبَّہَ بِالنِّسَاءِ سے بھی آتی ہے اور ان سب کا مشترک خلاف

ورزی قانون نکلتا ہے جو معصیت کا اصل سرچشمہ ہے پس جو چیز خلاف ورزی قانون تَشَبَّہَ بِالْکُفَّارِ، تَشَبَّہَ بِالنِّسَاءِ اور تغیر خلق اللہ کی چار وجوہ سے معصیت ہو تو اس کے معصیت ہونے میں کلام کرنے کی آخر گنجائش ہی کیا ہو سکتی ہے؟

عشق محمد ﷺ کا تقاضا داڑھی رکھنا ہے منڈانا نہیں

آخر میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ واجب و فرض اور سنت کی بحث اپنی جگہ صحیح لیکن یہ سب چیزیں استدلالی ہیں گرویدگان بارگاہ نبوت کیلئے حجتوں کی یہ کاوشیں درکار نہیں ان کیلئے تو صرف اتنی حجت کافی ہے کہ یہ فعل محبوب دو عالم ﷺ نے انجام دیا ہے اور فلاں فعل سے اجتناب فرمایا ہے اس فعل و اجتناب کی استدلالی نوعیت کچھ بھی ہو اور صفت حکم وجوب ہو یا سنت و مستحب عاشق کا مذہب تو یہ ہے کہ جو آپ سے ثابت ہے وہ اطاعت ہے اور جس سے آپ کا احتراز ثابت ہے وہ معصیت ہے استدلالیوں کیلئے یقیناً معصیت یہی ہے کہ اس سے صراحۃً روکا گیا ہو۔ لیکن عشاق کے نزدیک معصیت یہ ہے کہ اس سے ان کے عشق پرور دل میں کھٹک پیدا ہوتی ہو۔ عاقل کے نزدیک طاعۃ معصیت افعال ہیں۔ لیکن عاشق کے نزدیک جذبات و اخلاق ہیں وہیں گنہگاروں سے کہا گیا ہے کہ جو برا فعل کرے وہ گنہگار ہے۔

جو جہالت سے بری حرکت کرے وہ گنہگار ہے، مگر عشاق سے کہا گیا ہے کہ جو تمہارے سینے میں کھٹک پیدا کرے وہی گناہ ہے، پس وہاں تو حرکات و سکنات پر نیکی اور بدی کا حکم لگتا ہے اور یہاں خیالات پر وہاں عملی دنیا پر حکم لگے گا اور یہاں فکری اور جذباتی دنیا پر، پس استدلالیوں کے یہاں فتویٰ مفتی سے لیا جائے گا لیکن عشاق کے یہاں فتویٰ خود اپنے ضمیر سے طلب کیا جائے گا۔

استفت قلبک وان افتاک المفتون "اپنے دل سے فتویٰ پوچھو مفتی کچھ بھی فتویٰ دے" عقلاً تو قضاء ہی گنہگار ہوں گے اور یہ عشاق دیانتاً بھی عاصی ٹھہریں گے ان کے یہاں شرعی گنجائشیں یعنی رخصتیں مذہب ہوں گی۔ پس اس اصول پر جب کہ داڑھی شعار محبوب ثابت ہوئی اور مقدار قبضہ بھی اسی کے ساتھ لگی ہوئی ثابت ہوگئی تو اس کے ثبوت کا استدلالی مرتبہ کچھ بھی ہو اور اس کی صفت حکم واجب وفرض یا سنت ومستحب کوئی بھی ہو عاشق کے اتباع پیروی کیلئے مطلقاً فعل، فعل محبوب ثابت ہوجانا ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگرچہ مفتی اسے سنت بھی کہے تب بھی عاشق اسے فرض ہی کہے گا۔ عملی زندگی کا نقشہ سنت ومستحب تک کو عملی فرض بنا لینے سے بنتا ہے ان کے مراتب کا فرق نکالنے سے نہیں بنتا۔

علاوہ ازیں سنت ومستحب اور واجب وفرض کی اصطلاحیں عمل کرانے کیلئے نہیں ہیں بلکہ حکم کا مرتبہ بتلانے کیلئے جن کا اثر حکم سے انکار یا پہلوتہی کے موقع پر ظاہر ہوتا ہے نہ کہ عمل پر آمادگی کے موقع پر پس عملی طور پر جب تک مستحبات کو عملی فرض اور عملی واجب نہ سمجھ لیا جائے عملی زندگی کا نقشہ ہی نہیں بن سکتا بنابریں عمل کیلئے عاقل ہونا ضروری نہیں مگر عاشق ہونا ازبس ضروری ہے لیکن دعوائے عشق کے بعد عمل کے میدان میں افعال نبوی ﷺ اور احکام رسالت کے مراتب فعلیت دریافت کرنا اس دعویٰ کی تکذیب اور قلت حجت کی دلیل ہوگا جو عشاق کے مذہب میں خود ایک معصیت ہے۔

عشاق کیلئے داڑھی بڑھانے کیلئے ضمیر کی آواز بھی کافی ہے

غرض محبت کے دائرہ میں ترک معصیت ضمیر کی آواز سے ہوتا ہے قانون سے نہیں ہوتا کسی چور کو نہیں دیکھا گیا کہ اس نے تعزیرات ہند کی دفعات ٹٹول ٹٹول کر اور

وکلاء سے ممنوعات قانون کے مراتب ممنوعیت پوچھ پوچھ کر چوری سے توبہ کی ہو بلکہ جب بھی کی ہے ضمیر کی آواز پر ہی کی ہے۔ بناء بریں اس ناکارہ کے خیال ناقص میں محبان بارگاہ نبوت اور عشاق باطن بالخصوص سلسلہ بیعت وارشاد کے افراد کو جن کی زندگی سرتا پا عمل وپیروی ہوتی ہے ان قانونی موشگافیوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں داڑھی اور اس کی مقدار کیلئے محض ثبوت کافی ہے وجوب کی ضرورت نہیں اور جذبات عشق کے بعد ضمیر کی آواز کافی ہے مفتی کے فتویٰ اور واجب وسنت کی تنقیح کی حاجت نہیں۔ لیکن جب وجوب بھی موجود ہو اور مفتی کا فتویٰ بھی تب تو ان عشاق کیلئے ریش تراشی ڈبل معصیت ثابت ہوگی۔

بہرحال داڑھی اور اسکی مقدار واجب (مٹھی بھر) کو ترک کرنا قصداً بھی معصیت ہے کہ واجب کی خلاف ورزی ہے۔ دیانتاً بھی معصیت ہے کہ خلاف استحسان ہے ذوقاً اور وجداناً بھی معصیت ہے کہ دعوائے محبت کے منافی اور شئون محبوب کی خلاف ورزی ہے اور فطرةً بھی معصیت ہے کہ سنت بشری کے خلاف ہے اور اس لئے بھی معصیت ہے کہ بے دلیل خلاف دلیل ایک عمل ہے۔ (اقتباس مضمون حضرت شیخ الاسلامؒ)

فرعون کے بھی داڑھی ہونے کا ثبوت

لبنان، جارڈن، مصر، ٹیونس اور فلسطین میں ایسے بہت سے عیسائی ہیں جو مسلمانوں کی طرح داڑھی رکھتے ہیں اور وہ مکمل حافظ قرآن ہیں، ان سے جب کوئی مسلمان ملتا ہے تو بتلاتے ہیں کہ انا حافظ القرآن مسلمان یہ سن کر خوش ہوجاتا ہے کہ ماشاءاللہ آپ حافظ قرآن ہیں، لیکن وہ پھر کہتا ہے اَنا یَھودِیُ، لاَ مُسلمُ

تو دوستو! آج کا مسلم نوجوان ان یہود ونصاریٰ سے بھی زیادہ بے ضمیر ہوگیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور حضور اکرم ﷺ اور صحابہ تابعین ائمہ کرام وصالحین اور علماء

کرام اور اولیاءِ عظام کے چہروں سے محبت نہ رہی۔ ہلاکو خان، ہٹلر اور بش بلیئر کے چہروں سے محبت ہے کہ ان کے فیشن کو اپنا رہے ہیں۔

تاریخ کا بدترین انسان جس کو دنیا فرعون کے نام سے یاد کرتی ہے جس نے بنی اسرائیل پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور ہزاروں نوزائدہ بچوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور خود کو **اَنَا رَبُّکُم الاَعْلیٰ** کہتا تھا، ایسا بدترین انسان بھی داڑھی رکھتا تھا، اس کی حیات کے دیگر تذکار کے ساتھ داڑھی کا اور داڑھی میں ہیرے جواہرات کے موتیوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ اس اہم سنت کو اپنائیں اور محبت کے ساتھ اپنے چہروں کو داڑھی سے سجائیں۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

جشنِ میلاا النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی. وَمَا اَرْسَلْنٰاکَ اِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ. وَقَالَ اللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی. وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لاَیُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

برادرانِ اسلام نوجوانانِ ملت اور عزیز طلباء پردہ نشین ماؤں اور بہنو!

ایک نام محمدؐ پہ قربان ہے دو عالم
اس سے بہتر تو کوئی تسخیر نہیں ہے
میں خاک کفِ پائے احمدؐ کو کیوں نہ چوموں
اس سے بہتر تو کوئی اکسیر نہیں ہے

ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کا ایمان ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے محبوب حضور سرورِ کائنات ﷺ سے سچی محبت نہ ہوگی اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں کئی احادیث ہیں جن میں حضور سرورِ دوعالم ﷺ سے محبت کو ایمان کی شرطِ اول قرار دیا گیا ہے، اگر حضور کی محبت میں کمی ہے تو ایمان میں بھی کمی ہے اور جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی ایمان زیادہ ہوگا۔ اور محبت کو پرکھنے اور جانچنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل میں اس کا ادراک پیدا کرے کہ حضور ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی تعلیمات مجھے کس قدر پسند ہیں اور اگر پسند ہیں تو ان پر کتنا عمل ہو رہا ہے، خالص دعوائے محبت یا دعوائے عشق کافی نہیں ہے بلکہ عملی میدان میں حضور ﷺ کی ہر ہر چھوٹی بڑی اداؤں پر مر مٹنے کا جذبۂ خالص ہو، اور زندگی کے تمام گوشوں میں سنتِ رسول ﷺ کا رنگ ڈھنگ چھلکتا ہو۔ آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے طریقہ کے بغیر مسلمان کی ہر مجلس اور مسلمان کا ہر عمل بے نور ہوتا ہے۔

اہلِ ایمان کی شان تو یہی ہے کہ وہ اپنے قول و فعل کو حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے آئینہ میں دیکھے کہ واقعی میرے یہ اعمال اور یہ احوال اور یہ حرکات وسکنات سیرت سے میل کھا رہے ہیں یا نہیں؟ اگر سیرت کی کسوٹی پر مسلمان کا عمل کھرا اترتا ہے تو پھر اس کو کہا جائے گا کہ یہ مسلمان سچا مسلمان ہے یہ مومن سچا مومن ہے، یہ محبوبِ خدا کا سچا غلام ہے۔ جس کی غلامی پر ہزاروں سلطنتیں اور ہزاروں حکومتیں قربان ہیں۔

نبی ﷺ کا تذکرہ سب سے بڑی سعادت ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں 12 ربیع الاول کا دن ہمارے معاشرے میں اور خاص کر برصغیر میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تہوار کی شکل اختیار کر گیا ہے، جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی ﷺ اور میلاد النبی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مبارک تذکرہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی اور سعادت نہیں ہو سکتی، لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرے کو اس ماہ ربیع الاول کے ساتھ بلکہ صرف 12 ربیع الاول کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ چوں کہ 12 ربیع الاول کو حضور ﷺ کی ولادت ہوئی، اس لئے آپ کا یومِ ولادت منایا جائے گا اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہوگا۔

لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس ذاتِ اقدس کی سیرت کا بیان ہو رہا ہے اور جس ذاتِ اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جارہا ہے، خود اس ذاتِ اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟

حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی سیرت کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر محض کر لیا جائے اور دین کے ارکان اور تعلیمات، ہدایات کو نظر انداز کر دیا جائے اس طرح حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ آپ کی تشریف آوری کا مقصد دنیائے انسانیت کو امن و شانتی کا گہوارہ بنانا ہے۔ اور وہ اسی شکل میں ہو سکتا ہے کہ جب قرآن و سنت کے عین مطابق زندگی کے کاروبار چلیں۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ 12 ربیع الاول یعنی حضور ﷺ ایوم ولادت، ''عید میلاد النبی ﷺ'' کے طرز پر نہ تو حضور اکرم ﷺ کے اہل خاندان نے منایا ہے، نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نہ ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور نہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ''عید میلاد النبی'' منایا ہے، نہ ہی چراغاں کیا ہے نہ ہی سرکاری چھٹیاں منائی ہیں اور نہ جلوس نکالے ہیں اور نہ کعبۃ اللہ شریف کی شبیہ اور روضہ اقدس کا ماڈل بنا کر گلی گلی سڑکوں اور چوراہوں پر رکھا گیا ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو کام اغیار اپنے بتوں اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے خداؤں کے لئے انجام دیتے ہیں وہی طریقہ مسلمان اپنا رہے ہیں، نعرے بازی، مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، چاکلیٹ بسکٹ، اور شربت تقسیم کیا جاتا ہے، یہ ہلڑ بازی اور نعرے بازی سراسر حضور ﷺ کے مزاج مبارک یعنی سیرت کی روح کے خلاف ہے، ہاں آپ اپنے گھر میں اپنی مساجد میں اپنی خانقاہوں میں اور اپنے مدارس میں کالجوں اور اسکولوں میں یونیورسٹیوں میں سیدھی سادی مجالس منعقد کررہے ہیں اور ذکر رسول اللہ ﷺ سے اپنے ایمان کی تجدید کررہے ہیں۔ اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں، لیکن یہ اسٹیج سجانا اور قمقموں کی بہتات، اور اغیار سے تشبیہ لئے ہوئے اجلاس کے مناظر اسلام کے طریقے کے منافی ہیں۔ اس کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں ہے۔

میلادالنبی منانے کا تصور کرسمس سے لیا گیا ہے

یوم پیدائش منانے کا یہ تصور ہمارے یہاں عیسائیوں سے آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش ''کرسمس'' کے نام سے 25/دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کا کوئی تصور نہیں تھا، تین سو سال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدعت شروع کردی اور کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش منائیں گے۔ اس وقت بھی لوگ دین عیسوی پر پوری طرح عمل پیرا تھے انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ سلسلہ شروع کیوں کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تو یوم پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بری بات تو نہیں ہے، بس ہم اس دن جمع ہوجائیں گے

اور عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کریں گے، ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے اور اس کے ذریعے سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے ہم کوئی گناہ کا کام تو نہیں کررہے ہیں، اس طرح یہ سلسلہ شروع کردیا گیا۔ (اقتباس حضرت مفتی تقی عثمانی)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے نبی اور برگزیدہ پیغمبر کی حیثیت سے مسلمان مانتے ہیں۔ اگر اخلاص کی نظر سے دیکھا جائے تو جو احترام مسلم قوم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے وہ عیسائیوں میں بھی نہیں ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک طلسماتی شخصیت تصور کرتے ہیں اور دیگر باطل مذاہب کی طرح ان کے مجسمے بنا کر گرجا گھروں اور اپنی بستیوں، شہروں کے چوراہوں پر نصب کرتے ہیں ان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اور غیروں کی طرح ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، ماتھا ٹیکتے ہیں، یہ تمام افعال غیر اسلامی ہیں اور شریعت محمدیہ کے بالکل خلاف ہیں اسلام نے ان تمام کو حرام قرار دیا ہے، اسلام میں شخصی عبادت کا کوئی تصور نہیں، حضور اکرم ﷺ کے متعلق سورۃ النجم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صاف صاف ارشاد فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اللہ کے بندے ہیں اور وہ بھی دیگر بندوں کی طرح فطری عادات واطوار رکھتے ہیں لیکن عام بندوں اور نبیؐ میں فرق یہ ہے کہ نبی جو کچھ کرتے ہیں یا کہتے ہیں یا بولتے ہیں یا حکم دیتے ہیں وہ حکم الٰہی سے ہوتا ہے یعنی وحی کی روشنی اور وحی کی ہدایت ہی سے انجام دیتے ہیں۔ اور وہ اپنی طرف سے کسی کو کوئی حکم نہیں کرتے۔ وہ اپنی عبادت اور اطاعت نہیں کراتے وہ اپنی رضامندی کیلئے انسانوں کا استعمال نہیں کرتے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ وہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور وحدہٗ لاشریک لہٗ کی پوجا کے بارے میں تعلیم دیتے ہیں کہ پوجا کرنے اور عبادت کرنے

کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک ہے۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بنایا ہے اور اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے خاص کردیا ہے۔اور شرک کو حرام کردیا ہے۔یہ انسان کی شرافت اور ایمان کا تقاضہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا رب اور اپنا الٰہ تسلیم نہ کرے اور اپنے سر اور پیشانی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکائے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہو یا محبت کرنا چاہئے تو وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب سے محبت کرے،محبت کا سب سے بڑا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرے،اس نے جو جو چھوٹے بڑے احکامات ذمہ کئے ہیں ان کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے،دنیا میں جو بھی نبی یا رسول آئے انہوں نے سب کو ایک ہی بات بتائی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے سوا کسی کو رب نہ مانو،اور ترک کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت نہیں ہے، نبوت اور رسالت اور پیغمبریت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ نفوس کو دی گئی ہے، انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔

اپنے نفس کے مطابق زندگی نہیں گذاری۔حق وانصاف اور عدل ومساوات کا درس دیا،ظلم وستم کو دنیا سے مٹایا اور ظلم کرنے والے کے سامنے سینہ سپر ہوگئے،ظلم وبربریت کے تمام راستے مسدود کردیئے امن وسلامتی اور عزت وناموس اور خودداری کا درس دیا،کمزوروں پر رحم کرنا سکھایا،چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کا ادب کرنا سکھایا،عورتوں کے مقام کو بلند کیا،ان کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کی،انسانوں کو غلام بنانے سے منع کیا بلکہ غلاموں کو آزاد کرنے پر اجر وثواب کی خوش خبری سنائی،یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں انسانوں کو فروخت کرنے

کیلئے بازار نہیں لگتے ورنہ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ گائے بکری بیل اونٹ اور گھوڑے گدھے کی طرح انسان بھی فروخت ہوا کرتے تھے،یہ احسان عظیم ہے انسانیت پر محسنِ کائنات کا کہ آپ کی بعثت سے دنیا کے آدمی کو انسانیت مل گئی۔

کرسمس منانے کی حقیقت اور خرافات وغیرہ

چنانچہ شروع میں تو یہ ہوا کہ جب 24 دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا،ایک پادری صاحب کھڑے ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کرتے،اس کے بعد اجتماع برخاست ہوجاتا،گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا۔

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرادیتے ہیں مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے،جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اور شوقین مزاج لوگ تو اس میں شریک نہیں ہوتے،اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے،تاکہ لوگوں کے لئے دل کش ہو اور اس کو دلچسپ بنانے کیلئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے۔

چنانچہ اس کے بعد موسیقی پر نظمیں پڑھی جانے لگیں،پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی سے بھی کام نہیں چل رہا ہے، اس لئے اس میں ناچ گانا بھی ہونا چاہئے،چنانچہ ناچ گانا بھی اس میں شامل ہوگیا،پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونے چاہئیں،چنانچہ ہنسی مذاق کے کھیل تماشے شامل ہوگئے،ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا،اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناچ گانا،موسیقی،شراب نوشی،قمار بازی،گویا کہ اب دنیا بھر کی خرافات اس میں شامل کرلی گئیں۔

جلوس محمدی ﷺ کرسمس کی نقل اور اختراع

جس طرح کرسمس کے ساتھ ہوا، اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ ایک بادشاہ کے دل میں خیال آ گیا کہ جب عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کا یوم پیدائش مناتے ہیں تو ہم رسول اکرم ﷺ کا یوم پیدائش کیوں نہ منائیں، چنانچہ یہ کہہ کر اس بادشاہ نے میلاد کا سلسلہ شروع کر دیا، شروع میں یہاں بھی یہی ہوا کہ میلاد میں حضور ﷺ کی سیرت کا بیان ہوا، اور کچھ نعتیں وغیرہ پڑھی گئیں، لیکن اب آپ خود دیکھ لیں کہ نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔

اللہ کا فضل ہے کہ نوبت وہاں تک نہیں پہنچی جس طرح عیسائیوں کے یہاں پہنچ چکی ہے۔ لیکن اب بھی دیکھ لو کہ سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے، کس طرح روضۂ اقدس کی شبیہیں کھڑی کی جاتی ہیں، کس طرح کعبۃ اللہ کی شبیہیں کھڑی کی جاتی ہیں، کس طرح لوگ اس کے ارد گرد طواف کرتے ہیں، کس طرح اس کے چاروں طرف ریکارڈنگ ہوتی ہے، کس طرح چراغاں کیا جاتا ہے، اور کس طرح جھنڈیاں لہرائی جاتی ہیں۔ (اقتباس حضرت مفتی تقی عثمانی)

اب جلوس محمدیہ کو دیکھئے۔ کتنی خرافات سے پُر ہے۔ جھنڈے، علم، تعزیئے اور پٹاخے، نعرۂ رسالت کی گونج، گانے بجانے، تاش اور واہیات قسم کے جملے، اور سیٹی بجانا، کعبۃ اللہ شریف کا ماڈل اور روضہ اقدس کا ماڈل، مسجد نبوی کی شباہت والے آئٹم بنا کر سجا کر ان کو راستہ میں دکھاتے چلتے ہیں۔ اور سال بھر انکو کرایہ پر چلاتے ہیں۔ اس سے ہونے والی آمدنی کو باعث برکت تصور کرتے ہیں، بعض نوجوانوں کو تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ شراب پی کر جلوس میں شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ تمام اعمال ایک رسم ورواج کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ سنت کے تمام طور طریقوں کو

جلوس محمدی میں روند دیا جاتا ہے۔ پس ایک چیز کی نمائش ہوتی ہے کہ عاشقانِ رسول ؐ کی تعداد لوگوں کو دکھلاؤ اور غیروں پر رعب جماؤ۔

حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے اعمال خراب ہو جائیں گے تو تم پر ظالم حاکم مسلط کر دیئے جائیں گے، تمہاری اولاد تمہاری نافرمان ہو جائے گی، غیر مسلموں کے دلوں سے تمہارا رعب نکل جائے گا، بارشیں وقت پر نہیں ہوں گی، طرح طرح کے ٹیکس اور تاوان تم پر عائد کر دیئے جائیں گے، دنیا کی غیر قومیں ایک دوسرے مسلمان کو مٹانے کی اس طرح دعوت دیں گی جس طرح کوئی دسترخوان کی مرغوب چیز ہو۔

آج ضرورت ہے کہ مسلمان ان خرافات کو چھوڑ کر اصل دین کی طرف آئے۔ جب کہ دوسری اقوام آج قرآن وسنت کا براہ راست مطالعہ کر کے اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہی ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمان کو اپنے نبی ؐ، صحابہ ؓ، تابعین ؒ، تبع تابعین ؒ کا اور اولیاء کاملین ؒ کا نمونہ ہونا چاہئے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایمان کی یہ دولت اور امانت مسلمان سے چھین کر ان مغرب کے معاشرہ سے پیدا ہونے والے مسلمانوں کو سونپ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ آج جو لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں وہ صرف اور صرف لٹریچر کو دیکھ کر پڑھ کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ مجھے اور آپ کو دیکھ کر کوئی اسلام قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اس لئے ہم لوگ اسلام کا کامل نمونہ بنیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اسلام کی حقیقی روح سے روشناس ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

خدا کی نعمتوں کی قدر

ہر حال میں کی جائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْنَ إِذَا أَصَابَتْھُم مُّصِیْبَۃٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعونَ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لاَ تُکَلِّفُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا. وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَدْ اَحْسَنُ بِیْ اِذَا خَرَجْنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .اِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِیْمَانِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

بزرگان محترم نوجوانان اسلام! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ سب کی سب نعمتوں میں شمار ہیں چاہے آدمی کو غم ہو یا خوشی، بیماری ہو یا صحت

سب اللہ کی نعمتوں میں شمار ہیں۔ آدمی کی سمجھ میں یہ بات تو آجاتی ہے کہ خوشی اللہ کی نعمت ہے لیکن غم کیسے نعمت ہوسکتا ہے یا صحت تو اللہ کی نعمت ہے لیکن اس کے مقابلہ میں بیماری کیسے نعمت ہوسکتی ہے؟ لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کا فیصلہ چودہ سو چال پہلے فرمادیا یہ ڈپریشن کا زمانہ ہے آج ہر آدمی کو ٹینشن ہے مالدار لوگوں کو تو ٹینشن ہوتا ہی تھا پہلے زمانہ میں، لیکن آج ہر آدمی کو ٹینشن ہے۔ چاہے وہ آدمی شہر کا ہو یا دیہات کا، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، ملازم ہو یا مالک ہو بہر حال ہر آدمی کو اس کے کام کے تعلق سے اس کے اپنے حسب حیثیت ڈپریشن ہے اور میں یہ عرض کرتا ہوں حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے روشنی میں کہ ڈپریشن اور ٹینشن بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ہے حضور ﷺ نے اس کا علاج ارشاد فرمایا جو ہر مومن کو یاد ہے لیکن وہ غور نہیں کرتا ایمان مفصل ہر مومن مسلمان کو یاد ہے وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی. یعنی تقدیر میں جو بھی اچھا یا برا وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس لئے جو چیز اللہ کی طرف سے آرہی ہے وہ غلط کیسے ہوسکتی ہے؟

غلام کی حقیقت

مالک کی طرف سے غلام کو کوئی چیز ملے اور غلام یہ کہے کہ یہ چیز اچھی نہیں وہ غلام بے ادب اور گستاخ ہے، مالک کی عطا کردہ چیز کو خراب کہہ رہا ہے اس کے اندر اخلاص نہیں، اس کے اندر ادب نہیں، واقعات میں آتا ہے کہ حکیم لقمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے مالک کے ہاتھوں تلخ اور بدمزہ خربوزہ کھایا اور ظاہر نہیں کیا کہ یہ بدمزہ ہے (اللہ تعالیٰ نے لقمان علیہ السلام کو بڑی دانائی عطا فرمائی تھی) آپ کو ایک آدمی نے زبردستی پکڑ کر غلام بنالیا بے چارے خدمت کرتے رہے، ایک مرتبہ مالک خربوز کاٹ کر کھانے بیٹھا تو اچانک حکیم لقمان پہنچ گئے، مالک نے کہا لو اس کو کھالو

حضرت لقمان علیہ السلام الحمد للہ سبحان اللہ ماشاء اللہ کہہ رہے تھے اور کھائے جارہے تھے جب دوسرا لقمہ کھایا تو پھر ماشاء اللہ سبحان اللہ جب مالک نے منہ میں رکھا تو فوراً تھوک دیا اور کہا یہ کتنا کڑوا ہے اور تم کھا رہے ہو ماشاء اللہ سبحان اللہ کہتے جارہے ہو تو حکیم لقمانؑ نے کہا کہ میں نے اس ہاتھ سے بہت سی میٹھی میٹھی چیزیں کھائی ہیں، اگر ایک دفعہ کڑوی کھالی تو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نعمتیں دی ہیں اس میں ذرا سی تکلیف ہو جائے تو بندہ چیخنے چلانے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرو

حضرت رابعہ بصریہؒ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک آدمی پیشانی پر پٹی باندھ کر آرہا ہے تو پوچھا کہ بھائی کیا ہوا سر میں درد ہو گیا ہے؟ پوچھا کہ کیا عمر ہے تمہاری؟ کہا تیس سال! کہا کہ تم تیس سال میں کتنے دن صحت مند رہے؟ کہا کہ بہت دن صحت مند رہا تو پھر کبھی شکر کی پٹی نہیں باندھی لیکن آج بیمار ہو گئے ہو تو لوگوں کو دکھانے کیلئے بیماری کی پٹی باندھ لی، شرم نہیں آتی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو اور اس کی عظمت پر یقین ہو تو انسان کی ہر مصیبت آسان ہو جاتی ہے اور وہ نعمتوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہمارے اکابرین میں ایک بہت بڑے عالم گذرے ہیں جن کے ہاتھ سے دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھوایا گیا وہ حضرت مولانا میاں جی اصغر حسین بہت سیدھے سادے اللہ والے بزرگ ہیں۔ ایسے بزرگ ہیں کہ جو کہہ دیں وہ ہو جائے یہاں اس کی گنجائش نہیں کہ بیان کروں۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ حضرت بیمار ہیں اس وقت کچھ لوگ ملنے کیلئے آئے حضرت طبیعت کیسی ہے؟ فرمایا کہ الحمد للہ آنکھیں اچھی ہیں اس سے دیکھ رہا ہوں کان بھی اچھے ہیں اس سے سن رہا ہوں۔ زبان بھی اچھی ہے اس سے بول رہا ہوں ہاتھ اور پیر بھی اچھے ہیں اس سے

کام لے رہا ہوں کھانا پینا بھی چل رہا ہے، معدہ بھی اچھا ہے۔ بس تھوڑا سا بخار ہے۔ لوگوں نے کہا ایک سو پانچ ڈگری بخار ہے، ایسے میں اللہ کی ساری نعمتوں کو شمار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تھوڑا سا بخار ہے۔ اس کو کہتے ہیں نعمت کی قدردانی!

ہمارا حال تو بالکل مختلف ہے ایک آدمی سے تعلق محبت برسوں کا ہوتا ہے جب چھوٹی سی تکلیف پہونچتی ہے تو سب کا سب خاک میں مل جاتا ہے ارے اس نے تو ایسا کر دیا، وہ آدمی اچھا نہیں ہے جتنے احسانات تھے سب بھلا دیئے، جتنی خدمتیں کی تھیں سب بیکار ہو گئیں جتنے محبت کے دعوے تھے سب فیل ہو گئے۔

صبر کا درجہ بہت بڑا ہے

بہر حال قرآن مجید کی جو آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ.

دنیا میں جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے اپنے کئے ہوئے پر کوئی شکوہ نہیں کرتے وہ کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ ہر چیز اللہ کی طرف سے آتی ہے اور ہر چیز اسی کی طرف سے ہے اور ہمیں بھی اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی آج مصیبت آئی ہے تو کل ختم ہو جائے گی۔ ہم بھی آئے ہیں ایک دن چلے جائیں گے کوئی چیز ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے آدمی کو جب یہ یقین ہو جائے خوشی بھی ہمیشہ کیلئے نہیں ہے۔ تو آدمی آپے سے باہر نہیں ہو سکتا اور جب اسے یقین ہو جائے کہ مصیبت بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے تو اس میں بے چینی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس میں انسان کو اطمینان ہو جاتا ہے صبر ایوبؑ مشہور ہے۔ اٹھارہ سال بیمار رہے، پورے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور کون ہیں اللہ کے بڑے لاڈلے پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بھانجے ہیں، سارا مال ومتاع ختم ہو گیا سارے بچے

دنیا سے رخصت ہوگئے، سارا ریوڑ اور سارا غلہ اور گھر بھی ختم ہوگیا یہاں تک کہ جسم میں کیڑے ہوگئے تھے۔جسم کا کوئی حصہ زخم سے بچا نہ تھا۔مگر اللہ تعالیٰ کا شکر زبان سے جاری ہے اِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِیْمَانِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ صبر ایمان سے ہے اگر ایمان ہے تو صبر آئے گا اور اگر ایمان نہیں ہے تو صبر نہیں آئے گا۔کوئی کیڑا جسم سے نکل گیا تو اس کو پکڑ کر فرماتے کہاں جارہا ہے تیری جگہ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں رکھی ہے،اس کو پکڑ کر اسی جگہ رکھ دیتے۔

دنیا میں ہے کوئی ایسا صبر کرنے والا کہ زبان سے کوئی شکوہ نہیں، آج تو اللہ تعالیٰ نے جسم کو اتنا مضبوط نہیں رکھا پھر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں اور سینکڑوں قسم کی نافرمانیاں ہورہی ہیں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ وعظ فرمارہے ہیں کہ ہر چیز اللہ کی نعمت ہے بیماری بھی اللہ کی نعمت ہے، ابھی بیان فرما ہی رہے تھے کہ ایک آدمی چیختا آیا کہ حضرت مرگیا ہوں کیا ہوا بھائی؟ کہا کہ کولہے میں بہت درد ہے اتنا درد ہے کہ لگتا ہے کہ سینکڑوں بچھو اس میں ڈنک ماررہے ہیں۔ہائے اللہ پتہ نہیں یہ کیا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ دعاء کرو حضرت نے دعاء فرمائی اے اللہ یہ بیماری بھی تیری نعمت ہے اس سے بندے کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے آپ کو یاد کرتا ہے،اس سے درجے بلند ہوتے ہیں، بیماری میں بندہ جب آپ کو یاد کرتا ہے تو آپ کا قرب حاصل ہوتا ہے، آپ اس کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں، اے اللہ یہ بیماری بھی آپ کی نعمت ہے لیکن اے اللہ اس بیماری کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں، اے اللہ اس نعمت کو صحت سے بدل دے۔

بنگلور کے ایک صاحب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کورٹ سے حکم آگیا کہ اب اس کے بعد فیکٹری نہیں چلے گی،نوکروں نے کہا کہ فلاں منسٹر صاحب سے ملیں

وہ آپ کے دوست ہیں اور فلاں صاحب سے ملیں وہ آپ کا کام بنا سکتے ہیں، اس نے کہا کہ میں نہ وزیر سے ملتا نہ منسٹر سے میں تو اس سے ملتا ہوں جو منسٹروں کا منسٹر ہے پوچھا وہ کون ہے؟ کہا حق تعالیٰ کی ذات ہے،لوگوں نے کہا اس سے کیسے ملیں گے کہا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو، ان کے دوست نے خود مجھ سے بیان کیا واللہ وضو بنایا اور مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگی یا اللہ یہ حکومت تو عارضی ہے اصل حکومت تو آپ کی ہے۔آپ چاہیں تو عدالت کے حکم کو رد کرسکتے ہیں، آپ چاہیں تو فیکٹری آن ہوسکتی ہے، چاہیں تو نہیں ہوسکتی ہے،شام کو فون آیا کہ گورنمنٹ کی طرف فیکڑی بند کرنے کا جو آرڈر تھا اس کو حکومت نے واپس لے لیا، یہ ہے وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی ،اچھا ہے یا برا جو بھی ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

ایک آدمی گھر بنا رہا ہے ایک اینٹ کو کچن میں لگا رہا ہے اور ویسے ہی دوسری اینٹ کو بیت الخلاء میں لگا رہا ہے(کیوں صاحب)اس اینٹ میں کیا اچھائی ہے کہ گھر میں لگا رہے ہو اور دوسری اینٹ میں کیا برائی ہے جو بیت الخلاء میں لگا رہے ہو؟

جواب یہی ہے کہ گھر کے مالک کی مرضی ہے جہاں چاہے لگائے کیونکہ یہ خود مالک ہے تو بندوں پر مالک اللہ تعالیٰ ہے جس بندے کو جس حال میں رکھے وہ اس کی مرضی ہے کوئی کچھ نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو شکر کرنے کا طریقہ سکھایا ہے نعمتوں پر صبر کرنے کا طریقہ سکھایا ہے، بس اللہ تعالیٰ کی شان تو بڑی عجیب وغریب ہے جیسے حضرت یوسف کو ان کے دس بھائیوں نے مل کر کنوئیں میں ڈال دیا تھا، سب لوگ مانتے ہیں کوئی کام نہ آیا قافلے والوں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا ادھر سے وہ ڈول میں بیٹھ کر اوپر آگئے، ارے کیا ہوا ہم نے تو ڈول ڈالا تھا پانی کے واسطے اور یہ اتنا خوبصورت بچہ مل گیا، اپنے قافلہ میں آکر اس نے کہا یہ میرا غلام ہے۔پھر آپ

کولیکر مصر کے بازار گئے اور آپ کو نیلام کیا گیا بولی لگائی گئی۔تیس سال آپ نے گھر والوں کے بغیر زندگی گذاری، تیس سال اس حال میں گذرے کہ ہزار ہا مصیبتوں اور تکلیف سے گذرنا پڑا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھولے اور مصر کی حکومت آپؑ کے ہاتھ میں آئی اور آپ مصر کے بادشاہ بنے پھر آپ نے اپنے ان بھائیوں کو جنہوں نے آپ کو کنوئیں میں ڈالا تھا مارا تھا پیٹا تھا دھمکایا تھا ان کو بھی اور والدین کو بھی مصر آنے کی دعوت دی۔بعض روایت میں آتا ہے کہ سولہ سال بعض میں آتا ہے بیس سال بعض روایت میں آتا ہے چالیس سال ہوگئے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا گھر چھوڑے ہوئے۔اس دوران آپ کو غلام بنایا گیا آپ کو جیل میں ڈالا گیا۔آپ پر الزامات لگائے گئے۔قرآن مجید کی سورۃ یوسف میں سب کچھ بیان کیا گیا۔مختصر یہ کہ جب چالیس سال بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں اور اپنے والدین کو دعوت دی اور وہ آئے تو ان سے حضرت یوسفؑ نے یہ نہیں کہا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کردیا

میرے بھائی ہوتے ہوئے تم نے مجھے کنویں میں ڈالا اور تم ہی ہو ذمہ دار ان تمام مصیبتوں کے، جو میں نے جھیلی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں جو کچھ بھی ہوگیا اور گذر گیا سب کو معاف کرتا ہوں، یہ اچھے لوگوں کی علامت ہے ایک آدمی کے پلے میں اگر اچھی چیز ہے تو اچھی ہی چیز دے گا اور دوسرے آدمی کے پلے میں بری چیز ہے تو وہ بری ہی چیز دے گا، ایک آدمی برائی کررہا ہے آپ کے لئے مگر آپ اچھائی کررہے ہیں۔ہم ایسے موقعوں پر کہا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کررہا ہے میں اس کے

ساتھ بھلائی کروں وہ آدمی برائی سے باز نہیں آرہا ہے۔آپ اچھائی سے باز نہ آئیں کوئی برا کئے جارہا ہے کئے جائے مگر آپ اچھائی سے باز نہ آئیں کبھی نہ کبھی تو وہ ضرور راہِ راست پر آئے گا۔انشاءاللہ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ

حضور ﷺ کے سب سے زیادہ گہرے یار غار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں سب سے زیادہ محبت کرنے والے، کیسی محبت؟ ہجرت کی رات میں پہاڑ پر چڑھنا ہے غار ثور میں جانا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان حالانکہ آپ حضور اکرم ﷺ بارہ سال چھوٹے بعض روایات میں آتا ہے کہ سترہ سال چھوٹے، قابل غور ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے زیادہ بوڑھے ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ چڑھیں گے تو پاؤں مبارک سن ہوجائیں گے۔آپ میرے کندھے پر سوار ہوجائیں آپ سوچئے ایسی چڑھائی پر کہ خطرناک راستہ ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر اوپر چڑھے، کیسی قربانی، کیسا صبر اور اس مصیبت کو نعمت محسوس کررہے ہیں، وطن چھوٹ رہا ہے، گھر والے چھوٹ رہے ہیں کاروبار چھوٹ رہا ہے، عزت ہاتھ سے جارہی ہے لوگ جان کے دشمن ہیں پھر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ میرے کندھوں پر بیٹھیں، میں آپ کو اوپر لے کر چلتا ہوں۔

آج اگر کوئی مصیبت آجائے اگر کسی امام صاحب کی طرف سے کوئی تکلیف پہونچ جائے، کوئی بزرگ ہیں اگر انکی طرف سے کوئی تکلیف پہونچے تو کوئی ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں ہے، اور قربان جایئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ کو لے کر

چلے، آپ کو غار ثور میں صاف کرنے کے بعد لٹاتے ہیں اور کیسے لٹاتے ہیں، فرماتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ سو جائیں آپ تھکے ہوئے ہیں حالانکہ تھکے ہوئے تو ابو بکرؓ بھی ہیں حضور ﷺ لیٹ جاتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ زانو پر آپ ﷺ کا سر مبارک ہے سارے سوراخ بند کر دیئے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر کہیں سے کوئی موذی جانور نہ آ جائے، روایت میں آتا ہے کہ ایک سوراخ رہ گیا جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں مبارک رکھ دیا، ادھر سانپ ہر روز آتا اور دیکھتا کہ سرور کائنات تشریف لائے یا نہیں مگر آ کر واپس چلا جاتا، اتفاق سے ایک دن آیا تو دیکھا کہ سارے سوراخ بند ہیں اس کو غصہ آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤ کو ڈس لیا سانپ کا کاٹنا کوئی معمولی نہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی بہت برداشت کیا لیکن آپ کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر گر پڑے تو حضور اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی، دریافت کیا کیا ہوا؟ فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ کسی چیز نے کاٹ لیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا اچھے ہو گئے۔

آج جس کو مصیبت سمجھتے ہیں اس کو وہ نعمت سمجھ رہے تھے مسلمان کا ہر کام اللہ کو خوش کرنے کیلئے ہونا چاہئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی پر بہتان لگایا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے پیچھے رہ گئیں، منافقین نے بہتان تراشی کی کہ نعوذ باللہ آپ زنا کار ہیں یہ سن کر آپ ﷺ کو صدمہ ہوا سب سے بڑا صدمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہوا اور بہتان لگانے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

ہر وقت خدمت کرتے تھے، سو آدمی ایسے تھے جن کے اخراجات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکمل برداشت کرتے تھے ان میں سے کچھ لوگ منافقوں کے ساتھ ہو گئے۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر لیا، اب میں ان کی مدد نہیں کروں گا کیونکہ یہ میری بیٹی پر بہتان لگاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعہ حکم فرمایا کہ ابو بکر سے فرما دو کہ تم احسان کرتے رہو، احسان کے کیا معنی ہیں ہمارے یہاں؟ احسان کے معنی ہیں کہ اگر کوئی ہمارے ساتھ احسان کر رہا ہے تو ہم بھی ان کے ساتھ احسان کریں حالانکہ، احسان کے معنی یہ ہیں کہ سامنے والا آدمی آپ کے ساتھ برا سلوک کر رہا ہے آپ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اس کو احسان کہتے ہیں۔

ایک آدمی آپ کے ساتھ برائی سے پیش آ رہا ہے آپ اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آئیں اس کو کہتے ہیں احسان اور یہی خوبی اللہ کی نعمتوں میں سے ہے، میں عرض کر رہا تھا کہ ہر چیز اللہ کی نعمتوں میں سے ہے جب آدمی برے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے، تو بیماریوں اور پریشانیوں کے ذریعہ اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس بیماری کے ذریعہ صحت کی قدر کر سکتا ہے، ایک آدمی بے عزت ہو گیا تو وہ بھی اللہ کی نعمت ہے کیوں کہ اس کو سمجھ آ جاتی ہے کہ اب اپنی عزت اور وقار کو باقی رکھنے کیلئے ہوشیار ہو جائے تو دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جو اللہ کی نعمتوں میں سے نہ ہو۔

دعاء فرمائیں اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

جہنم کے حالات

قرآن وحدیث کے آئینے میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. إِنَّ جَھَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَاداً ۝ لِلْطَّاغِیْنَ مَآباً ۝ لابِثِیْنَ فِیْھَا أَحْقَاباً ۝ ا یَذُوقُونَ فِیْھَا بَرْداً وَلَا شَرَاباً ۝ إِلَّا حَمِیْماً وَغَسَّاقاً ۝ جَزَاء وِفَاقاً ۝ إِنَّھُمْ کَانُوا لَا یَرْجُونَ حِسَاباً ۝ وَکَذَّبُوا بِآیَاتِنَا کِذَّابا ۝ وَکُلَّ شَیْءٍ أَحْصَیْنَاہُ کِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِیْدَکُمْ إِلَّا عَذَاباً ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ دو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

معزز سامعین! بلاشبہ جہنم سرکشوں کا ٹھکانا ہے اس میں وہ مدت دراز رہیں گے وہ عذاب کا مزہ چکھیں گے اور پینے کی چیز سوائے کھولتے ہوئے پانی اور پیپکے کچھ نہ ہوگا، ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ لوگ حساب وکتاب کی امید نہیں رکھتے تھے اور وہاں لوگوں نے ہماری آیتوں کی مکمل تکذیب کی اور ہر چیز کو ہم نے لکھ کر محفوظ کرلیا تو چکھو اور ضرور تمہارے عذاب میں اضافہ کرتے رہیں گے۔

عزیز و! جہنم بہت ہی ڈراؤنی جگہیں قرآن واحادیث میں بہت سے مقامات پر اس کی ہولنا کیوں اور اس کے قسمہا قسم کے عذاب اور جہنمیوں کی تکالیف کو مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے تاکہ بندگانِ خدا اس سے ڈر کر خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لائیں اور اپنے آپ کو جنت کی نعمتوں کا مستحق بنائیں۔ جہنم تو ایسی خطرناک چیز ہے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ صاحب کشاف علامہ زمخشریؒ نے لکھا ہے کہ ایک عالم نے رات کو خواب میں جہنم کے حالات دیکھے تو اتنا ڈرے اور گھبرائے کہ صبح کو ان کے سارے بال سفید ہوگئے تو جہنم بہت ہی خوف کرنے کی چیز ہے آج ہمارا حال یہ ہے کہ دنیا کی آگ جو بہت ہی معمولی ہے اس کو برداشت نہیں کرسکتے تو آخرت کی آگ کو جو اس سے کئی گنا تیز ہے اس کو کیسے برداشت کریں گے؟

ایک متقی طالب علم کا واقعہ

آداب المتعلمین ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کو اپنے وقت کے بڑے بزرگ قاری محمد صدیق باندویؒ نے تصنیف کیا ہے حضرت نے ایک طالبعلم کا اس میں واقعہ ذکر کیا ہے۔ ایک لڑکی کہیں جارہی تھی راستہ میں کچھ لوگ لڑائی اور جھگڑا کرنے لگے اس لڑکی کے لئے اس طرف سے جانا مشکل ہوگیا اس نے ایک مسجد کا رخ کیا اس مسجد میں

ایک طالب علم تھا لڑکی نے قیام کرنے کیلئے طالبعلم سے کہا طالب علم نے کہا دیکھو تم عورت ذات ہو اگر میں تم کو قیام کی اجازت دیدوں تو مسجد کے ذمہ دار مجھے نکال دیں گے، اس لئے کہیں اور دیکھو لیکن اس لڑکی نے بڑی منت وسماجت کی تو طالب علم نے کہا کہ اچھا چلو مسجد کے کونے میں قیام کرلو اور صبح سویرے اپنے گھر چلی جانا چنانچہ اس عورت نے قیام کیا اور طالب علم کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوگیا دوران مطالعہ اپنی انگلی موم بتی پر رکھ دیتا وہ عورت یہ منظر دیکھتی رہی جب سویرا ہوا تو طالب علم نے کہا کہ جاؤ ورنہ مسجد والے آئیں گے اور مجھے نکالدیں گے، تو لڑکی نے پوچھا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ دوران مطالعہ کیوں اپنی انگلی موم بتی پر رکھتے تھے تو طالب علم اسے ٹالتا رہا لیکن جب لڑکی نے اصرار کیا تو اس طالب علم نے بتایا کہ دوران مطالعہ شیطان مجھے وسوسہ میں ڈالتا رہا کہ تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ کروں، تو میں نے اپنے نفس سے کہا کہ پہلے دنیا کی یہ آگ برداشت کر اور دنیا کی یہ آگ اگر برداشت نہیں کرسکتا ہے تو جہنم کی آگ جو بہت ہی تیز ہے کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ وہ لڑکی بہت ہی متاثر ہوئی اور گھر جا کر تذکرہ کیا اور کہا کہ میں اسی طالب علم سے شادی کروں گی اس کے اندر خوف خدا ہے اس لڑکی کا رشتہ کسی مالدار گھرانہ میں لگ چکا تھا لیکن اس سے انکار کردیا اور اسی غریب طالبعلم سے ہی نکاح کیا، تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے جہنم کی آگ سے خوف کیا اور اس عورت کو ہاتھ نہیں لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حلال اور جائز طریقہ سے وہ عورت عطا کردی اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں اور جہنم کی آگ سے ہمیشہ ڈرتے رہیں۔

انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسِ وَالْحِجَارَةِ عَلَیْهَا مَلٰئِكَةٍ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ

مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ." اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہونگے اس پر سخت مزاج زبردست فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا حکم دیا جاتا ہے اسے انجام دیتے ہیں ایک جگہ اللہ تعالیٰ جہنم کے ایک درخت زقوم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔" اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمُ طَعَامُ الْاَثِیْمُ كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِیْ الْبُطُوْنِ كَغَلْیِ الْحَمِیْم " بلاشبہ زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہے۔ جیسے کھولتا ہوا تانبا وہ پیٹوں میں کھولتا ہے جیسے کھولتا ہوا پانی۔

عن ابن مسعود قال قال رسولُ اللهِ صلی الله علیهِ وسلم یوتیٰ بجهنَّمَ یَوْمئذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعْ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْف مَلِكٍ یَجرُونها."(رواہ مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دن (یعنی قیامت کے دن) دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے ہونگے، جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔

قیامت کے دن دوزخ کو کروڑوں فرشتے اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے۔ اور ایسی جگہ رکھ دیں گے کہ وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہوجائے گی۔

جنت اور دوزخ کے ذریعہ ایک شخص کا امتحان

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش وآرام کی زندگی گزارتا تھا اور پھر اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا

کہ اے ابن آدم کیا تو نے دنیا میں کبھی کوئی راحت و بھلائی دیکھی تھی؟ اور کوئی عیش وآرام اٹھایا تھا؟ وہ کہے گا نہیں میرے پروردگار آپ کی قسم (مجھے کبھی کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی) اسی طرح ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں سب سے زیادہ مشقت اٹھانے والا تھا، پھر اس کو جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا اے ابن آدم کیا تو نے کبھی تکلیف دیکھی تھی؟ اور کیا کبھی تجھ پر سختی کا وقت گزرا تھا؟ تو وہ کہے گا نہیں، اے میرے پروردگار مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گزری اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔ (مسلم شریف)

دنیا کی تکالیف آخرت کی نعمتوں اور آسائشوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اسی طرح دنیا کی نعمتیں آخرت کی تکالیف کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، پھر دنیا کی نعمتیں اور دنیا کی تکلیفیں تو بہرحال ایک نہ ایک دن فنا ہوکر رہیں گی لیکن آخرت کی ہر چیز دائمی ہے یہاں کی نعمتیں، یہاں کی چیزیں یہاں رہنے والے انسان ایک نہ ایک اس حد کو پوری کرلے گا اور چیز ختم ہوجائے گی۔ چاہے کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو لیکن جس کی کوئی حد ہی نہ ہو وہ کیسے ختم ہوسکتی ہے۔ جو انسان اس دنیا سے جائے گا وہ بھی وہاں ہمیشہ رہے گا اس کو کبھی موت نہیں آئے گی اگرچہ وہ کتنی ہی موت کی تمنا کرے۔

عذاب کی مختلف سورتیں

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوزخیوں میں سے کچھ وہ ہوں گے جن کے دونوں ٹخنوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے دونوں زانوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی کمر تک آگ ہوگی، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی گردن تک آگ ہوگی۔ (مسلم شریف)

یہ سب اعمال کے اعتبار سے ہوگا اگر بداعمالی زیادہ ہوگی تو گردن تک آگ ہوگی، اگر کم ہیں تو ٹخنوں تک آگ ہوگی، آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن اسلام کے لئے انہوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور آپ علیہ السلام کی بڑی خواہش تھی کہ اسلام قبول کرلیں مگر اللہ نے ہدایت نہیں دی اور کفر پر وفات ہوئی، ان کو دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا اور وہ یہ کہ آگ کی جوتی پہنائی جائے گی، جس سے سر کا بھیجا بھی پک جائے گا۔ سب سے ہلکے عذاب کا یہ حال ہے تو سب سے بڑا عذاب کیسا ہوگا۔ اللہ ہم کو نار جہنم سے بچائے۔ نار جہنم کے متعلق اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

جہنم کی آگ کی حالت

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس جلایا گیا، یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا، جس سے وہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار برس جلایا گیا، یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی، پس اب دوزخ کی آگ بالکل سیاہ وتاریک ہے۔ (ترمذی شریف)

آگ کی سنگینی اور اس کی سختی کے لئے تو یہی آگ کافی تھی چہ جائیکہ اس کو بار بار جلایا گیا تو پھر اس کا کیا عالم ہوگا اور آدمی کا جو جسم ہے دنیا میں، جب جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس کو کئی گنا بڑا کردیا جائے گا تاکہ پورے بدن کو بھی بکثرت تکلیف ہو جہنم میں ہر طرح کا عذاب ہوگا اس میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہونگے جو جہنمیوں پر مسلط کردیئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا، تو وہ گرم پانی اندر کو اتر تا پیٹ تک پہنچ جائیگا

اوران چیزوں کو کاٹ ڈالے گا، جو پیٹ کے اندر ہیں، یہاں تک کہ وہ گرم پانی پیچھے کے راستہ سے باہر نکل جائے گا، اور یہی پگھلنا ہے (جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ "یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدِ" گرم پانی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی چیزیں اور کھالیں سب گل جائیں گی" (ترمذی)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُ هُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡداً غَیۡرَهَا لِیَذُوۡقُوۡا الۡعَذَابِ" جب دوزخیوں کی کھالیں پگھل جائیں گی تو دوسری کھال سے بدل دیں گے تا کہ عذاب کا مزہ چکھیں، اور پگھلنے اور کھالوں کے تبدیل کئے جانے کا سلسلہ برابر چلتا رہے گا، شاعر نے کہا ہے۔

روئیں گے چلائیں گے — پر موت کبھی نہ پائیں گے

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَیُسۡقٰی مِنۡ مَّاءٍ صَدِیۡدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ" کی تفسیر میں فرمایا جب وہ پانی اس دوزخی کے منہ کے قریب لایا جائے گا تو اس کے چہرہ کو بھون دے گا، اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی، اور جب وہ دوزخی اس پانی کو پئے گا تو آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، یہاں تک کہ وہ پچھلے راستہ سے نکل آئے گا۔ (ترمذی شریف)

دوزخ کی آگ کافر کو بھون دے گی

جہنمیوں کے متعلق فرشتوں کو حکم ہوگا "خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰی سَوَاءِ الۡجَحِیۡمِ ثُمَّ صُبُّوا فَوۡقَ رَاۡسِهٖ مِنۡ عَذَابِ الۡحَمِیۡمِ ذُقۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ" اس کو پکڑو اور اس کو جہنم کے بیچ دھکیل کر لے جاؤ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو (اور یہ کہا جائے گا) چکھ تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَهُمۡ فِیۡهَا کَالِحُوۡنَ" اس میں ان کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے کی تفسیر میں فرمایا دوزخ کی آگ کافر کو بھون ڈالے گی، جس سے اس کے اوپر کا ہونٹ اوپر کو سمٹ جائے گا، یہاں تک کہ سر کے درمیانی حصہ تک پہنچ جائے گا، اور نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا، یہاں تک کہ ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی شریف)

یعنی انتہائی بدشکل بدصورت ہوجائیں گے یہ جہنم کے پانی کا اثر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ بس اللہ سے ہر وقت دعا کرتے رہیں، نیک اور اچھے اعمال کی، اللہ ہی کے فضل اور اس کے کرم سے ہم لوگ اس عذاب الیم سے بچ سکتے ہیں ورنہ ہمارے اعمال تو چند کوڑیوں کے نہیں اور ہر شخص خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے سکتا ہے۔

حضرت انسؓ سے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا روؤ اگر تمہیں رونا نہ آئے تو بہ کلفت روؤ، حقیقت یہ ہے کہ دوزخی جہنم میں روئیں گے، اور ان کے آنسو خون بن کر ان کے رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں، اور جب ان کے آنسو ختم ہوجائیں گے تو خون بہے گا، اور آنکھیں لہولہان ہوجائیں گی، اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو یقیناً وہ چلنے لگیں۔ (شرح السنہ)

اللہ تعالیٰ کو دو طرح کے قطرے بہت ہی پسند ہیں ایک تو خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے گرا ہو، دوسرے آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اسی کو شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو چند تھے مرے عرقِ انفعال کے

دوزخیوں کی جسامت

بندے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا اور گڑگڑانا بہت ہی محبوب ہے۔ اسی واسطے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بناؤ تاکہ جہنم کی آگ سے بچ سکو۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اہل جہنم کو جہنم میں بڑھا دیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک دوزخی کے کان کی لو سے اس کے کاندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے برابر ہوگا، اس کے کان کی موٹائی ستر گز کی ہوگی اور اس کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ (مسند احمد)

جب ایک ایک جہنمی کی لمبائی موٹائی اور چوڑائی اتنی زیادہ ہوگی تو خود اندازہ لگائیے کہ جہنم کتنی بڑی ہوگی، اور جہنم مزید خوراک کا مطالبہ کرے گی۔ ارشاد باری ہے۔ ''یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٌ'' اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی تو وہ کہے گی کیا اور کچھ ہے۔ یعنی شدت غضب سے پوچھے گی کہ اور کچھ کافر و نافرمان موجود ہیں۔

دوزخ کے سانپ اور بچھو

حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوزخ میں بختی اونٹوں کے برابر سانپ ہیں، ان میں سے جو سانپ ایک دفعہ بھی جس کو ڈس لیگا وہ اس کے زہر کی ٹیس و لہر اور درد کی شدت میں چالیس سال تک مبتلا رہے گا، اور بلاشبہ دوزخ میں پالان بندھے خچروں کی طرح بچھو ہیں، ان میں سے جو بچھو ایک دفعہ جس کو ڈنگ مارے گا وہ اس کی لہر اور درد کی شدت چالیس سال تک محسوس کرے گا۔ (مسند احمد)

دنیا کے معمولی سے سانپ اور بچھو کو دیکھ کر اوسان خطا ہو جاتے ہیں تو جہنم کے ان سانپوں اور بچھوؤں سے کتنا ڈرنا چاہئے۔ اور دنیا کے سانپ چاہے کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ہوں بہرحال زیادہ سے زیادہ آدمی ان کے کاٹنے سے مر سکتا ہے، لیکن جہنم کے موذی جانور کے ڈسنے سے موت بھی نہیں آئے گی کہ جس سے چھٹی مل جائے اگرچہ جہنمی بار بار موت کو پکاریں گے۔

عذاب کی صورتیں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا، وہ آگ کی جوتیاں پہنے ہوں گے، جن سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔ (بخاری شریف) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کافر اپنی زبان تین، تین اور چھ، چھ کوس تک نکالے گا، اور لوگ اس کو روندیں گے یعنی اس زبان پر چلے پھریں گے۔ (ترمذی شریف)

دوزخ کی ہیبت ناکی

حضرت نفیر بن مجیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہنم میں ستر ہزار وادی ہیں ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹی ہیں، ہر گھاٹی میں ستر ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار کنویں ہیں، ہر کنویں میں ستر ہزار اژدھے ہیں، ہر اژدھے کے جبڑے میں ستر ہزار بچھو ہیں، کافر و منافق کو ہر ایک سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (بخاری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'' بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے جہاں طرح طرح کے عذاب ان کو دیئے جائیں گے۔ چونکہ دنیا کے اندر ان لوگوں نے مسلمانوں کو

بڑے دھوکے دیئے دلوں میں کفر چھپائے رکھا اور زبان سے ایمان واسلام کا اظہار کر کے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے۔

حضور ﷺ اکثر یہ دعاء پڑھتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی اکثر دعا یہ تھی "رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النارِ" (بخاری ومسلم)

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما، آمین۔ (مشکوۃ)

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ دعائیں تو صرف اس وقت تک قبول ہوسکتی ہیں جب تک کہ آنکھیں کھلی ہیں جب آنکھ بند ہوگئی اور موت کے فرشتے نظر آنے لگے تو کوئی بھی دعا قبول نہیں ہوتی، فرعون نے بھی تو کہا تھا۔ "حَتّٰی اِذَا اَدْرَکَهُ الْغَرَقِ قَالَ اٰمَنْتُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ الَّذِیْ آمَنَتْ بِهٖ بَنُو اِسْرَائِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" یہاں تک کہ وہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہا کہ میں ایمان لایا معبود حقیقی وہی ذات ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں سے ہوگیا۔ لیکن اس وقت کا ایمان معتبر نہیں کیونکہ موت کے فرشتے نظر آ گئے اور دوسرا عالم شروع ہوگیا۔ مجرمین جب آخرت میں اپنے عذاب کو دیکھ لیں گے تو سر جھکائے بیٹھے ہوں گے "وَلَوْ تَرٰی اِذَا الْمُجْرِمِیْنَ نَاکِسُوا رُؤُسَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَهٰهُنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً اَنَا مُوقِنُوْنَ" اور اگر آپ دیکھیں گے جس وقت مجرمین سر ڈالے ہوئے ہوں گے، اپنے رب کے پاس (اور کہیں گے) اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا سو ہم کو لوٹا دے پھر دنیا میں) ہم اچھے اچھے کام کریں گے، بلاشبہ ہم کو یقین آ گیا، یعنی دنیا میں پیغمبر جو کچھ کہتے تھے اب ہم نے

ان سب چیزوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا اور ہم کو علم الیقین اور حق الیقین حاصل ہوگیا اب دنیا میں جا کر ہم بڑے متقی اور پرہیزگار بن جائیں گے۔ لیکن اس وقت کا چیخنا چلانا اور افسوس کرنا دعا کرنا کوئی کام نہ دیگا۔

دوزخ کا غصہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"اِذَا اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْ لَهَا شَهِیْقًا وَهِیَ تَفُوْر تکادُ تمیَّزُ منَ الغیْظِ. کلمَّا اُلقیَ فیهَا فوجٌ سألهُمْ خَزَنتُها الم یأتِکمُ نذِیْرٌ. قَالُوْا بَلیٰ قد جاۤء نَا نَذِیْر فکذبناَ وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَئی. اِنْ اَنْتُمْ اِلاَّ فِیْ ضَلٰلِ کَبِیر. وَقَالُو لَوْکُنّا نَسْمعُ اَوْ نعقِلُ مَا کنَّا فی اَصْحَابِ السَّعِیرِ. فاعْترَفُوا بِذَنْبِهِمْ فسحقا لِاَصْحَابِ السَّعِیْر." جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کی چیخ وپکار سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی، ایسا لگتا ہے کہ غصہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں ایک گروہ کو ڈالا جائے گا تو جہنم کا داروغہ اس سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں پہونچا؟ تو وہ لوگ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور کہا اللہ نے کوئی چیز اتاری ہی نہیں (ان سے کہا جائے گا کہ) تم لوگ بڑی گمراہی میں پڑے ہو اور وہ کہیں گے اے کاش! ہم سنتے اور سمجھتے تو جہنمیوں میں نہ ہوتے تو ان لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا سو دوری ہو جہنمیوں کیلئے۔

دوستو! بہت کچھ کہا اور سنا جاچکا، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان باتوں پر حتی الامکان عمل کیا جائے کیونکہ اصل تو عمل ہے اور عمل ہی کام آنے والا ہے صرف علم کافی نہیں علم تھوڑا ہو اور اس پر عمل ہو تو یہ تھوڑا علم بھی ذریعہ نجات بن سکتا ہے، لیکن اگر علم تو بہت ہے اور اس پر عمل نہیں تو ایسے علم سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے نے عالم بے

عمل کی مثال ایک گدھے سے دی ہے جس کو نہیں معلوم کہ اس کے اوپر لکڑی کا بوجھ ہے یا کتابوں کا گٹھر، اس کے حق میں دونوں ہی برابر ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

وضوء کی فضیلت اور اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہٖ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. ” یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلاَۃِ فَاغْسِلُواْ وُجُوھَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِکُمْ وَأَرْجُلَکُمْ إِلَی الْکَعْبَیْنِ“ ● صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

تیرا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو
فروغِ دیدۂ افلاک ہے تو

برزرگانِ محترم عزیز طلباء! دن بدن ہم لوگوں کے اندر سستی اور کاہلی پیدا ہوتی جارہی ہے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نہیں ہوتی

ہر نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی وضو کرنے کی نوبت آجاتی ہے ،لیکن پھر بھی اچھی طرح اور سنت کے موافق کرنے کی توفیق نہیں ہوتی ، جبکہ حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں ،حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام قبرستان تشریف لائے تو فرمایا **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٌ مُؤْمِنِیْنَ** اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں اور کیا اچھا ہو کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا تو صحابہ کرام عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ لوگ تو میرے صحابہ ہیں۔یعنی فضیلت ومرتبہ میں تو آپ لوگ اور بھی بڑھے ہوئے ہیں ۔میرے بھائی تو وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے تو صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت میں سے جو لوگ ابھی تک نہیں آئے آپ انہیں کیسے پہچان لیں گے؟ تو حضور ﷺ فرمایا کہ بھلا بتاؤ آدمی انتہائی روشن اور چمکدار گھوڑے انتہائی کالے کالے گھوڑوں کے درمیان اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان سکتا ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے افراد بھی اس حال میں آئیں گے کہ ان کے اعضاء وضوء کی وجہ سے خوب چمک رہے ہوں گے اور میں ان کے لئے حوض پر پہلے سے انتظار کرونگا ۔میرے عزیزو! جب ایسی بات ہے تو کیوں نہ ہم لوگ بکثرت وضو کریں اور عضو کا کوئی بھی حصہ چھوٹنے نہ پائے تاکہ ہم لوگ بھی اعضاے وضو کی چمک سے پہچان لئے جائیں اور ہم کو حضور ﷺ کے دستِ مبارک سے آبِ کوثر نصیب ہو،جس کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو ایک مرتبہ پی لے گا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی ۔اب آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ جب پیاس نہیں لگے گی تو جنت کی نعمتوں کا جو تذکرہ آتا ہے کہ اچھے اچھے مشروبات ہوں گے تو اس کا کیا ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں

لذت اور مزے کیلئے پی جائیں گی پیاس بجھانے کیلئے نہیں لیکن جنت تو یونہی نہیں مل جائے گی ۔بلکہ اس کیلئے تو بڑے ہی پاپڑ بیلنے پڑیں گے ۔ جنت ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے ۔یعنی جب ان ناپسندیدہ چیزوں سے بچو گے تب جنت میں داخل ہو سکتے ہو اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اعمال جنت کی توفیق عطا فرمائے ۔(آمین)

قرآن مجید میں وضو کا ذکر

میں نے خطبہ کے شروع میں جو آیتِ کریمہ پڑھی ہے وہ وضو سے متعلق ہے اس کے بعد کی آیت کریمہ تیمّم سے متعلق ہے، اب آیت وضو کا ترجمہ اور شانِ نزول پیش کر دیتا ہوں۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلَاةِ فاغْسِلُوْا وُجُوهَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِکُمْ وَأَرْجُلَکُمْ إِلَی الْکَعْبَیْنِ (المائدہ)

ایمان والو! جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ، سر کا مسح کرو، پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

مذکورہ آیت شریفہ قرآن کریم کی اہم آیتوں میں سے ہے اور ان آیتوں میں اس کا شمار ہے، جن کا حکم (وضو کرنا) پہلے ہی ہو چکا تھا۔آیت شریفہ بعد میں نازل ہوئی۔(**قَالَ اِبْنِ عَطِیَّةَ لٰکِنَّ مِنْ حَیْثُ کَانَ الْوُضُوْءِ مُتَقَرِّرًا عِنْدَهُمْ مُسْتَعْمِلاً فَکَانَ الْاٰیَةِ لَمْ تَزِدْهُمْ اِلَّا تِلَاوَتِهٖ** (القرطبی)

شانِ نزول

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہم مدینہ کو آرہے تھے، میرا ہار کہیں جنگل میں گر پڑا، اس کی تلاش میں نبی کریم ﷺ کو قیام کرنا پڑا، لوگ ہار تلاش کرنے لگے، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر سو گئے، اتنے میں ابو بکرؓ آئے اور میرے مکے مارنے لگے اور فرمانے لگے، تو نے ایک ہار کے لئے لوگوں کو روک رکھا ہے، کچھ دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے، اور صبح کی نماز کا وقت ہو گیا، وضو کے لئے پانی تلاش کیا گیا، مگر پانی نہیں ملا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور آیت کے آخر میں تیمّم کرنے کی اجازت دی گئی۔

اسلام باطنی پاکیزگی اور تزکیہ کے ساتھ ساتھ ظاہری وجسمانی صفائی، ستھرائی کا قائل ہے، نماز جو اللہ سے مناجات اور تعلق کا قوی ترین ذریعہ ہے، اس سے قبل بھی وضو کو لازم ٹھہرایا کہ طہارت کے بغیر نماز ہی نہیں۔ اس آیت شریفہ میں اولاً ارکان وضو کی تعلیم دی گئی ہے۔ چہرہ دھونا، کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا صرف یہ چار چیزیں تو وضو میں فرض ہیں، اس کے علاوہ باقی چیزیں کچھ تو مسنون ہیں اور کچھ مستحب۔ (تفسیر ماجدی)

حضور ﷺ اپنے امتیوں کو کس طرح پہچانیں گے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کو اعضاء وضو کی وجہ سے پہچانیں گے، جو انتہائی چمکدار ہونگے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے وضو کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیز کی رہنمائی نہ کردوں جس کے ذریعہ اللہ گناہوں کو مٹاتا ہے، اور اس کے ذریعہ درجات کو بلند کرتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ ضرور بتائیں۔ آپ علیہ السلام پہلے اس طرح سوال اسلئے کرلیا کرتے تا کہ بعد میں کہی جانیوالی بات اچھی طرح ذہن میں نقش ہو جائے، آپ علیہ السلام نے فرمایا ناپسندیدگیوں کے باوجود وضو مکمل کرنا یعنی ٹھنڈ کا موسم ہے سخت سردی لگ رہی ہے دل نہیں چاہتا گرم گرم بستر چھوڑ کر وضو کرنے

کا لیکن مکمل طور پر وضو کریں اور نماز کیلئے جائیں اسی کو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”وکثرۃ الخطیٰ اِلٰی الْمَسَاجِد وَانتِظَارِ الصَّلوٰۃ بَعدَ الصَّلوٰۃِ“ مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار آپ ﷺ نے اس کو رباط فرمایا یعنی جو شخص ملک کی سرحدوں پر کی نگرانی کرے رات دن، اس کا سونا جاگنا سب ثواب میں لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح مکمل طور پر وضو کرنا بکثرت مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

جس کا وضو اچھا اس کی نماز اچھی

لوگوں کے قلوب میں عبادات کی تو اہمیت ہے، اسی کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ طہارت و پاکیزگی کی طرف توجہ نہیں، حالانکہ احادیث میں طہارت کو آدھا ایمان بتایا گیا ہے۔ حساب وکتاب کا آغاز بھی طہارت و پاکیزگی سے ہی کیا جائے گا۔

عبادات میں نماز چونکہ ریڑھ کی ہڈی اور خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے اگر طہارت صحیح نکلی تو دیگر اعمال بھی صحیح، ورنہ سراسر نقصان اٹھانا پڑے گا۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ: ”بندہ کا سب سے پہلے پاکی وطہارت کا حساب لیا جائے گا، اگر پاکی وصفائی اچھی رہی (حساب اچھا رہا) تو نماز بھی اچھی ہی رہے گی اور اگر نماز اچھی رہی تو دیگر اعمال بھی نماز کی طرح اچھے رہیں گے۔

اَوَّ ل مَا یُحَاسَبُ العَبْدُ طُهورهٗ، فَاِذا حسُنَ طُهُوْرُه فصَلاتُهٗ كَنَحْوِ طُهورِه وَ انْ حسُنَتْ صَلاتُهٗ فسَائِرُ عَمِلِهٖ كَنَحْوِ صَلاتِهٖ. (کنز العمال)

وضو کو مفتاح صلوٰۃ قرار دیا گیا اگر چابی صحیح نہیں رہی تو تالا کیسے کھل سکے گا؟ اس لئے ضروری ہے کہ وضو اچھی طرح کیا جائے تا کہ نماز صحیح ہو سکے اور اس کے سنن ومستحبات کی رعایت کی جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ ثواب کے مستحق بن سکیں۔

وضو سے گناہ معاف ہوتے ہیں

وضو اتنا مبارک عمل ہے کہ اس کی برکت سے ایک نماز سے دوسری نماز تک کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔حضرت عثمانؓ ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے مؤذن نے عصر کی نماز کے لئے اذان دی،حصرت عثمانؓ نے وضو کیا اور فرمایا ''میں تمہیں ایک بات بتاؤں گا،اگر وہ بات کتاب اللہ میں نہ ہوتی۔(اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) بخدا میں تمہیں کبھی نہ سناتا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا''جو آدمی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے۔(سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ) پھر نماز پڑھے تو ایک نماز سے دوسری نماز تک تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

جلس عثمان علی المَقَاعدِ فجاءَ المؤذنُ للصَّوٰۃ . صلوٰۃِ الْعصرِ .
فتوضَّأ ثم قال: واللہ لاُحدثنَّ کُمْ حدیثاً لو لا انَّ ۂ فی الْکتَابِ مَا حدَّثْتُکُمُوْہُ: اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہُ علیہِ وسلَّمَ یقُوْلُ: لا یَتوَضَّأُ رَجلٌ فَیحسِنُ وُضُوْءَ . ثم یُصلِیُ اِلَّا غُفِرَ مَا بَیْنَہٗ وبَیْنَ الصَّلوٰۃِ الاُخریٰ. حتّیٰ یُصَلِّیَھَا.

وضو گناہوں کی معافی اور نیکی کا ذریعہ

وضو ایسا مبارک عمل ہے کہ اس کی برکت سے مسجد میں جانے والے کا ہر قدم گناہ کی معافی اور نیکی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے(سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ) پھر نماز کے لئے مسجد میں جائے تو مسجد میں داخل ہونے تک اس کے ہر قدم پر ایک گناہ معاف اور ہر داہنے قدم پر ایک نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے۔

اذَا توَضَأ احدُکُمْ فأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثمَّ خَرَجَ الی الْمَسْجدِ لا یَنْزِعُہٗ الَّا الصَّلوٰۃ لم تزَلْ رِجْلُہٗ الْیُسریٰ تَمْحُوْ عَنْہُ سَیِّئَۃً وَتَکْتُبُ لَہٗ الْیُمْنٰی حَسَنَۃً حَتّٰی یَدْخلَ الْمَسْجِدَ.(کنز العمال)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعت قلبی توجہ اور اتنی یکسوئی سے پڑھی کہ ان میں کوئی بھول چوک نہیں ہوئی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

قال رسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم : من توضَّأ فاَحسَنَ وُضُوءَ : ثُمَّ صلّی رکعَتَیْنِ لا یَسْھُوْ فِیْھِما غُفِرَ لَہٗ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.(مستدرک حاکم)

عاصم بن سفیان ثقفیؒ بیان کرتے ہیں کہ ''انہوں نے غزوۃ السلاسل میں شرکت کی،دشمن ہاتھ نہ لگا،یہ مورچہ پر ڈٹے رہے،واپسی میں حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے تو اس وقت ان کے پاس حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ موجود تھے۔عاصم نے پوچھا ابوایوب!اس لڑائی میں دشمن سے تو مقابلہ نہ ہوسکا مگر ہمیں یہ بات بتائی گئی کہ چار مسجدوں(مسجد حرام،مسجد نبوی،مسجد اقصیٰ اور مسجد قبا) میں جو نماز پڑھ لے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ ابوایوبؓ نے فرمایا: بیٹے!میں تمہیں اس سے بھی آسان عمل بتادوں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا،جوشخص اسی طرح وضو کرے(افضل ومسنون طریقے پر) جیسے حکم ہے اور اسی طرح نماز پڑھے جیسے حکم ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔عقبہ! اسی طرح ہے؟ فرمایا:ہاں۔

عن عاصم بن سفیان الشقفی انھُم غزَوا اغزوۃُ السلاسِلِ فَفَاتَھُمُ الْعَدُوُّ فَرَبَطُوْ ثُمَّ رَجَعُوْا الیٰ مُعَاوِیَۃَ و عندہٗ ابو ایوب وعقبۃ بن

عامر فقال عاصم: يا ابا ايوب فاتَنا العَدُوُّ العَامَ وقَدْ اُخْبِرْنَا أَنَّهُ مَنْ صلّٰى فى المسَاجِدِ الاَرْبَعةِ غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ . قال يا ابن اخى ! أَذٰلكَ عَلىٰ مَا هُوَ أَيْسَرُ مِنْ ذٰلكَ؟ اِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْ ل الله صلى الله عليه وسلم يقول: مَنْ تَوَضَّأَ كما اُمِرَ وَصلّٰى كَمَا اُمِرَ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّ مَ مِنْ ذَنْبِهٖ ، أَكَذٰلك يا عُقْبَةُ؟ قال نعم .(الاحسان فى تقريب ابن حبان)

جب وضو ایک چھوٹا اور معمولی سا عمل ہے تو کیوں نہ ہم اس کے فضائل وبرکات حاصل کرنے کیلئے بکثرت اور اچھی طرح وضو کریں، لیکن اسراف اور فضول خرچی سے بھی ضرور بچیں۔ اگر ایک مرتبہ وضو کرلیا ہے تو اس سے کوئی عبادت مقصودہ کئے بغیر دوسرا وضو مت کریں۔

آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھ لی یا قرآن شریف کو ہاتھ لگایا تو دوبارہ ثواب کی نیت سے وضو کرسکتے ہیں، اگرچہ وضو نہیں ٹوٹا ہے کیونکہ نماز بغیر وضو کے صحیح نہیں خواہ نفل ہو یا فرض، کوئی بھی نماز ہو، اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت تو بلا وضو جائز ہے مگر اس کو ہاتھ لگانا بلا وضو جائز نہیں ہے۔

وضو سے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

وضو کرتے ہوئے پانی جن اعضاء تک پہنچتا ہے، ان کے گناہ تو معاف ہوتے ہی ہیں، ان اعضاء کے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں جہاں تک پانی نہیں پہنچتا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مسلم مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے تمام گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ دھل جاتے ہیں حتیٰ کہ آنکھوں کے گناہ بھی اور وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے۔

عن ابى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا تَوَضَّأَ العَبْدُ المسلمُ أو المؤمِنُ فَغسل وجههُ ، خرجَ من وجْهِهٖ كلُّ خطيْئَةٍ نظَرَ اِلَيْهَا بعَيْنِهٖ مَعَ آخِرِ قَطْرِهِ الْمَاءِ حتّٰى يَخْرُجَ نَقِيّاً مِنَ الذُّنُوبِ.(مسلم)

حصرت عثمانؓ نے وضو کیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا پھر آپ نے فرمایا: جو شخص اس طرح وضو کرے تو اس شخص کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں پھر اس کا نماز پڑھنا اور مسجد میں جانا مزید اجر وثواب کا باعث ہوگا۔

اِنَّ عثمانَ توَضَّأَ ثم قال رأيْتُ رسول اللهِ صلى الله عليه وسلَّمَ تَوَضَّأَ مثلَ وُضُوئى هٰذا . ثم قال من تَوَضَّأَ هٰكذا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذنْبِهٖ و كانتْ صَلاتُهُ ومشيُهُ الى المسجِدِ نافلةً.(رواه مسلم)

ایک اور حدیث میں جس کو عبداللہ صنابحیؒ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے بڑی تفصیل ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بندۂ مومن وضو کرتا ہے پھر کلی کرتا ہے جو گناہ اس کے منہ سے ہوئے ہیں وہ نکل جاتے ہیں، اور جب ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو ناک کے گناہ ناک کے راستہ سے نکل جاتے ہیں، جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھ کے پپوٹوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے ناخن سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں پھر جب وہ مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے کان سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ نکل جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کا مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا اس کے لئے زائد ہے۔ ایک ضروری تنبیہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں جو

گناہوں کی معافی کا تذکرہ بار بار آرہا ہے۔ یہ صرف گناہ صغیرہ کی معافی ہوگی نہ کہ کبیرہ کی کیونکہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوا کرتے اور اگر کسی انسان کا حق ہے تو اسی انسان کے معاف کرنے سے ہی معاف ہوسکتا ہے۔ اگر کسی پر فرض ہے تو اس کی معافی کی شکل اس کی ادائیگی ہے شہید کا درجہ بہت بڑا ہے اگر وہ قرض لے کر شہید ہوگیا تو اس کے سارے گناہ معاف ہوجائیں، مگر قرض معاف نہیں ہوگا۔ "يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ" اس لئے دھوکہ نہ کھائیں کہ وضو سے تو سارے ہی گناہوں کی معافی ہوجاتی ہے آخر دو حدیثیں سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰى طُهْرٍ كُتِبَ لَهٗ عَشَرَ حَسَنَاتٍ. حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے وضو پر وضو کیا تو اس کیلئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی مکمل طریقہ سے وضو کرے پھر کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اور ایک روایت میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔

یہ کتنا آسان عمل ہے اور ثواب اتنا زیادہ کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے ہم سب کو یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ صحیح طریقہ سے وضو کرنے اور اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. "قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" ● صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

آپ فرما دیجئے اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا۔ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔ بلاشبہ وہ بڑی مغفرت کرنے والے بڑے ہی مہربان ہیں۔

معزز سامعین کرام بزرگو اور بھائیو! جو بندہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور جو جتنا زیادہ مانگتا ہے اس سے اتنا ہی زیادہ خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. میرے بندو مجھ سے مانگو میں تمہاری حاجت کو پوری کرونگا جو بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ مانگنے سے عبدیت ظاہر ہوتی ہے اور بندے کا عبد بن کر رہنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے طریقہ بھی بتلا دیا کہ کس طرح مانگوں۔ اُدْعُوْ رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَخِیْفَةً اپنے رب کو گڑگڑا کر اور آہستہ سے پکارو۔ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہیں۔ کنوئیں کے اندر کوئی کالی چیونٹی بھی چلتی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اور اس کے پاؤں کے چلنے کی جو حرکت ہوتی ہے اس کو سنتے بھی ہیں۔

اسلام میں خدا کا تصور

اسلام میں خدا کا تصور یہ نہیں کہ وہ انسانی زندگی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا کوئی دیوتا ہے یا اسنے ایک بار دنیا کی آٹو میٹک مشین میں چابی بھر کے چھوڑ دی اور اب وہ دور سے تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اسلام میں خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ ہر آن کائنات کے انتظام میں تصرف کرتا ہے (کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ) وہ ایک ایک مخلوق کے رزق اور ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کرتا ہے۔ (وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ)

وہ مخلوقات کی قوتوں کے اندازے سے مقرر کرتا ہے اور ہر مخلوق کیلئے راہِ عمل متعین کرتا ہے۔ (خَلَقَ فَقَدَّرَ فَهَدٰی) وہ انسان کی مصیبتوں میں ان کی پکار سنتا ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ وہ زندگی کے ایک ایک مرحلے میں قدم قدم پر ان کے ساتھ رہتا ہے ارشاد ہے کہ میرے بندو! مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنتا

ہوں (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) اور میں تمہارے بالکل پاس ہوں (فَاِنِّیْ قَرِیْب) مسلمان کے علاوہ کافر ومشرک کی بھی سنتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ مظلوم ہو۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں سے محبت

اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے حتیٰ کہ ستر ماؤں سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں۔ ایک غزوہ میں ایک عورت کا کوئی بچہ گم ہو گیا وہ پریشان پریشان بھر رہی تھی کہ کہیں بچہ گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے دب تو نہیں گیا، کہیں تلواروں کا نشانہ تو نہیں بن گیا، کہیں دھول اور ریت میں دب تو نہیں گیا، حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام اس عورت کی پریشانی کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ ادھر ادھر دوڑ رہی ہے یکا یک اس عورت کا بچہ مل گیا تو جوش محبت میں چمٹا لیا اور پیار کرنے لگی۔ یہ بھی نہیں خیال کیا کہ اس کے بدن پر کتنی دھول لگی ہوئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے پوچھا بتاؤ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالدے گی تو صحابہ کرام نے کہا یا رسول ﷺ ہرگز نہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس سے بھی کہیں زیادہ محبت ہے اللہ چاہتے ہیں کہ بندہ توبہ کر کے باز آجائے۔

انسان خصوصاً ایک مسلمان جب اپنے اللہ کے حضور دعا کرتا ہے تو وہ اقرار واظہار کرتا ہے۔

ہدایت اور رہنمائی کی حاجت

☆ بندہ اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات، مالک ارض وسموٰات، مالک حقیقی مالک مطلق، منتظم کائنات، مشکل کشا اور دستگیر سمجھتا ہے۔ جانتا ہے کہ جو کچھ کرنا اور بدلنا ہے، بس اسی کے ہاتھ میں ہے۔

☆ بندۂ خاکی اپنے آپ کو محتاج، ضرورت مند، ناتواں اور سائل سمجھتا ہے۔

☆ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتا ہے۔ اس کی عظمت قدرت قوت اور ہمہ گیری پر یقین اور اعتماد رکھتا ہے۔ وہ ایسا یقین اور اعتماد رکھتا ہے کہ اسے جو کچھ بھی حاصل ہوگا اسی کے در سے حاصل ہوگا۔ اور اسکی بگڑی اگر سنورے گی تو اسی کی نظر عنایت سے۔

☆ وہ دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نہ صرف دستگیری اور امداد کا محتاج ہے بلکہ اس کی ہدایت اور رہنمائی کا بھی، اگر وہ اللہ کی ہدایت اور رہنمائی پر نہیں چلے گا تو پھر وہ خسارے میں رہے گا۔ لازماً اسے نہ صرف اللہ تعالیٰ بلکہ انبیاء اور رسل، ملائکہ اور کتب الٰہیہ اور جزا وسزا پر ایمان لانا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے یہی ذرائع ووسائل ہیں۔ بس دعا انسان کو توحید پرست ہی نہیں، مومن بھی بناتی ہے۔

☆ دعا کا خالص تعلق ایمان سے ہے کیونکہ مومن اپنی بیشتر دعائیں آخرت کیلئے مانگتا ہے۔ وہی دارالبقاء، وہی دارالقیام ہے۔

☆ دعا کا خاص تعلق توبہ سے ہے کیونکہ گناہگار ضمیر کی دعا مخلص نہیں ہوسکتی اور ضمیر کو از سر نو صاف وشفاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے، توبہ! دعا وہ ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی کیلئے کی جائے۔ تب ہی اللہ کی رحمت متوجہ ہوسکتی ہے۔ اسی لئے بندے کو جو پہلا سبق سکھایا گیا ہے۔ وہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ہے۔

مومن سرتاپا دعا ہے

دعا مانگنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ:

وہ حرام سے بچے، حرام روزی سے بھی اور حرام کاموں سے بھی۔

کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

جو چیز روز ازل سے مقدر ہو چکی ہے اس کے خلاف دعا نہ مانگے مثلاً اے اللہ مجھے مرد سے عورت بنا دے یا اے اللہ! مجھے کبھی موت نہ آئے۔

دوسروں کی برائی نہ چاہے۔

یہ نہ کہے کہ ''اگر تو چاہے تو میرا قرض ادا کرا دے'' بلکہ اس طرح دعا مانگے۔ ''الٰہی! میرا قرض ادا کرا دے۔'' آمین

اللہ اور صرف اللہ ہی سے دعا مانگے۔

آسمان کی جانب نگاہ نہ اٹھائے۔

مزید یہ کہ گناہوں کو ترک کر دے۔

اپنے افعال پر پشیمان ہو اور توبہ کرے اور آئندہ کے لئے برے کاموں سے پرہیز کرنے کا عزم کرے۔

اگر کسی مرد یا عورت کا حق غصب کیا ہو یا کسی پر ظلم یا زیادتی کی ہو، سود کھایا ہو، غیبت کی ہو، اخلاقی مالی یا جسمانی ایذا پہنچائی ہو تو وہ غصب کیا ہوا حق واپس کرے۔

اپنے مال کو حرام سے پاک کرے۔ مظلوم سے معافی مانگے اور ایذا کا ازالہ کرے۔

صرف زبان سے توبہ کر لینا کافی نہیں بلکہ دل سے کرے تب ہی توبہ قبول ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ صدقہ وخیرات کرے، روزہ ونوافل کا اہتمام کرے۔

بہتر ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے کوئی نیک کام کرے۔

ناپاکی اور نجاست سے محفوظ رہے۔

وضو کرے۔

دوزانو بیٹھے

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے۔ زیادہ مناسب ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ لے۔

رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجے۔

جس طریقے سے خدا نے دعا مانگنا سکھایا ہے اس طریقے سے دعا مانگے۔

بہتر ہے کہ دعا قرآن کی زبان میں یا حدیث کی زبان میں مانگی جائیں۔ اگر اپنی طرف سے اپنی زبان میں کچھ اور کہا جائے تو مضائقہ نہیں، صرف اپنی ذات کے لئے دعا نہ مانگے بلکہ حضور ﷺ سمیت تمام پیغمبر ﷺ فرشتے صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعینؒ تمام مومنین ومومنات اور اپنے زندہ ومردہ اعزہ واقارب کے لئے دعا مانگے۔

اسلام کی بقاء وترقی کے لئے اور دشمنان اسلام کی شکست کے لئے دعا مانگے۔

خشوع وخضوع سے دعا مانگے۔

جو الفاظ استعمال کرے ان کے معنی ومطلب کو سمجھے۔

ایک ہی مقصد کے لئے دعا مانگے۔ کم از کم تین بار۔

دعا میں اثر ہونے کی جلدی نہ کرے اور ناامید نہ ہو۔

دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے۔

اگر کسی کام کیلئے بار بار دعا کرے مگر قبولیت کے آثار نہ ہوں، تو بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو ممکن ہے کسی خاص مصلحت کیوجہ سے دعا میں تاخیر ہو رہی ہو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے وَلاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ دوسری جگہ ارشاد باری ہے وَلاَ تَيْئَسُوْا مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهُ لاَ يَيْئَسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلاَّ الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ. اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو اللہ کی رحمت سے کافر کو ہی مایوسی ہوتی ہے۔ بسا اوقات بندہ ایک چیز کی دعا کرتا ہے حالانکہ وہ دعا اس کے

لئے مفید اور کارآمد نہیں تو اللہ تعالیٰ چونکہ بندوں پر بڑے مہربان ہیں وہ جانتے ہیں کونسی دعا بندے کیلئے مفید ہے۔ جس میں نقصان ہے وہ دعا قبول نہیں کرتے۔

دعا کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہے لیکن بعض اوقات قبولیت دعاء کی زیادہ امید ہے۔ مثلاً

دعا کے اوقات ومقامات

رمضان المبارک کا پورا مہینہ☆ ذی الحجہ کی نویں تاریخ ☆ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات☆ جمعہ کا پورا دن☆ رات کا آخری حصہ☆ اذان کے فوراً بعد ☆ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد دعا کیلئے مسجدِ حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، ورنہ کوئی اور مسجد دورانِ حج، دورانِ جہاد، نماز کے بعد۔ میت کے پاس اس کی جاں کنی کے وقت اور مرنے کے بعد، سجدہ نماز میں، ختم قرآن کے بعد، عیدین کی نماز کے بعد، زمزم کا پانی پینے کی حالت میں، وغیرہ۔

حدیث شریف میں آتا ہے اَلدُّعَاء مُخُّ العِبَادَة دعا عبادت کا مغز ہے۔ آپ علیہ السلام کا معمول تھا کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کی تعریف کرتے ہیں: اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ. وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بخشے بخشائے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِيْناً. لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْکَ وَيَهْدِيَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً. ہم نے آپ ﷺ کو کھلی فتح عنایت کی آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے

سارے گناہوں کو معاف کردیا اور اپنی نعمت آپ ﷺ پر مکمل کردی اور آپ ﷺ کو سیدھے راستے کی رہنمائی کردی، ایسی خوشخبری اور بشارت سننے کے باوجود بھی حضور ﷺ بڑی کثرت سے دعائیں کرتے ،نوافل پڑھتے حتی کہ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ نے آپ کے تمام گناہوں کو معاف کردیا پھر بھی اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ ہم کو ہمیشہ اللہ کی رحمت کی امید کرنی چاہئے اور جو کچھ نعمتیں میسر ہورہی ہوں ان کی قدر کریں اور شکرادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی پکی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ

خطبات رحیمی کی جلد پنجم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

☆☆☆

حضرت حبیب الامت کی دیگر کتب

۱	انوارالسالکین	
۲	سفرنامہ جنوبی ہندتا جنوبی افریقہ	
۳	خوابوں کی تعبیراوران کی حقیقت	اول،دوم
۴	خوابوں کی تعبیراوران کی حقیقت	اول،دوم (ہندی)
۵	خوابوں کی تعبیراوران کی حقیقت	اول،دوم (انگلش)
۶	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۷	طالبات تقریر کیسے کریں	دس جلدیں
۸	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۹	انوارِطریقت	
۱۰	سوانح حضرت حاذق الامتؒ	
۱۱	انجمن دیندار مسلمان نہیں؟	
۱۲	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۳	تصوف کی حقیقت	
۱۴	مفتاح الصلوٰۃ	
۱۵	خطباتِ رمضان المبارک	اول،دوم
۱۶	اسرارِطریقت	(زیرطبع)
۱۷	تفسیری خطبات	(زیرطبع)
۱۸	مجالسِ رحیمی	

☆☆☆